ماھنامہ
انوار مدینہ

شمارہ : ١١	شوال المکرّم ۱۴۲۶ھ ۔ نومبر ۲۰۰۵ء	جلد : ۱۳

سیّد مسعود میاں	سیّد محمود میاں
نائب مدیر	مدیر اعلٰی

ترسیل زر و رابطہ کے لیے	بدلِ اشتراک
دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور	پاکستان فی پرچہ ۱۷ روپے.........سالانہ ۲۰۰ روپے
فون نمبرات	سعودی عرب، متحدہ عرب امارات......سالانہ ۵۰ ریال
جامعہ مدنیہ جدید : 092 - 42 - 5330311	بھارت، بنگلہ دیش.................سالانہ ۱۲ امریکی ڈالر
خانقاہ حامدیہ : 092 - 42 - 5330310	برطانیہ، افریقہ..............................سالانہ ۱۴ ڈالر
فون/فیکس : 092 - 42 - 7703662	امریکہ...............................سالانہ ۱۶ ڈالر
رہائش ''بیت الحمد'' : 092 - 42 - 7726702	جامعہ مدنیہ جدید کا ای میل ایڈریس
موبائل : 092 - 333 - 4249301	E-mail: jmj786_56@hotmail.com

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا
کمپیوٹر کمپوزنگ و تزئین : محمد صفدر خوشنویس و ڈاکٹر محمد امجد

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۳
درسِ حدیث	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۹
علاماتِ قیامت	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۱۲
دلالی اور آڑھت کے احکام	حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب	۲۷
ضروری وضاحت		۳۴
انا للّٰہ و انا الیہ راجعون		۳۶
حج نہ کرنے یا حج میں تاخیر کے بہانے	حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب	۳۸
گلدستۂ احادیث	حضرت مولانا نعیم الدین صاحب	۴۶
موت کی یاد کا حکم	حضرت مولانا مفتی سلمان صاحب منصور پوری	۴۸
مسئلہ توسل	حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب رحمانی	۵۷
نبوی لیل ونہار	حضرت مولانا سعد حسن صاحب ٹونکیؒ	۶۰
دینی مسائل		۶۲
اخبار الجامعہ		۶۴

آپ کی مدتِ خریداری ماہ .... ختم ہوگئی ہے

آئندہ رسالہ جاری رکھنے کے لیے مبلغ .... روپے جلد اِرسال فرمائیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نحمدہٗ و نصلی علٰی رسولہ الکریم اما بعد !

اللہ تعالیٰ نے اِس دنیا کو بندوں کے لیے آزمائش کی جگہ بنایا ہے لہٰذا وہ دے کر بھی آزماتا ہے اور لے کر بھی آزماتا ہے، نیکوں کو بھی آزماتا ہے اور بروں کو بھی، سُنَّۃَ اللّٰہِ فِی الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّۃِ اللّٰہِ تَبْدِیْلًا . (سُورۃ الاحزاب آیت ۶۲)

پاکستان میں گزشتہ ماہ کی آٹھ تاریخ کو قیامت خیز زلزلہ نے جو تباہی مچائی ہے سائنسدان اِس کو کچھ بھی نام دیں مگر یہ خدائی سنت کے دائرے سے باہر نہیں نکل سکتی۔ اس موقع پر لکھنے کو بہت کچھ ہونے کے باوجود طبیعت کچھ لکھنے پر آمادہ نہیں۔ اسی سوچ و بچار میں تھا کہ ۲۲؍ اکتوبر کے روزنامہ نوائے وقت میں مشہور کالم نویس محترم عرفان صدیقی صاحب کا کالم ''نقشِ خیال'' بعنوان ''خسارے کا سودا'' نظر سے گزرا جس کا ایک ایک حرف حق اور سچ اور ہمارے حکمرانوں کے لیے شفاف آئینہ کی حیثیت رکھتا ہے، اس لیے دل چاہا کہ اس کالم کو ہی حرفِ آغاز کی زینت بنا دیا جائے، قارئین ملاحظہ فرمائیں :

''میرا علم نہایت ہی محدود اور ناقص ہے۔ سو میں یہ دعوٰی کرنے کی پوزیشن میں نہیں کہ 8/اکتوبر کو ہمارا مقدر بن جانے والی قیامت کا سبب کیا تھا؟ کیا اسے صرف ارضیاتی تبدیلیوں اور سطحِ ارضی کے میلوں نیچے بپا کیمیائی مادوں کی کشمکش یا پلیٹوں کی حرکیات کا نتیجہ سمجھ لیا جائے؟ اگر اِس کائنات کا کوئی خالق ہے تو کیا اُس کی قدرت، تخلیق کے ساتھ ہی ساقط ہو گئی ہے؟

بحیثیتِ مسلمان میرا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق بھی ہے، خبیر ونظیر بھی اور قہار و جبار بھی مجھے اِس میں ذرہ برابر شبہہ نہیں کہ قوموں کے اعمال اور اُن کے حکمرانوں کی روش عذاب وثواب کا سبب بھی بن جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے کتاب حکیم میں اپنی اس سنت کا تواتر سے ذکر کیا ہے، سائنس اور ٹیکنالوجی کے پجاریوں کی اِس دنیا میں مجھے پلیٹوں والی تھیوری رد کرتے ہوئے ڈر لگتا ہے لیکن مجھے کامل یقین ہے کہ اگر 8/اکتوبر کا تباہ کن زلزلہ کسی اَرضیاتی محرک کا نتیجہ تھا تو بھی اِسے کہیں نہ کہیں سے اِذن ضرور عطا کیا گیا ہوگا، حکم ضرور ملا ہوگا۔

کچھ عجیب وغریب سی مماثلتیں، کچھ ناقابل فہم سی مشابہتیں، کچھ پیچ در پیچ اسرار، کچھ حیرت انگیز بھید اور کچھ نیندیں اُڑا دینے والے خیالات، گزشتہ کئی دنوں کئی راتوں سے میرے ذہن میں سائیں سائیں کر رہے ہیں، میرے دل میں صحرائی بگولوں کی طرح رقص کر رہے ہیں اور میں نہیں سمجھ پا رہا کہ افغانستان کے کوہساروں اور گھاٹیوں میں رقم ہونے والی تاریخ ٹھیک چار سال بعد کشمیر اور سرحد کے پہاڑوں اور وادیوں میں کیوں دہرائی جا رہی ہے؟ بالکل ایسے جیسے افغانوں پر گزر جانے والی قیامت کسی نے فیکس مشین میں ڈال کر پاکستان بھیج دی ہو۔

نائین الیون کے فوراً بعد امریکہ نے کرخت لہجے میں سنگین دھمکیاں دے کر ہمیں اِس بے ننگ ونام جنگ کا ہراول دستہ بنا لیا جو کسی طور ہماری جنگ نہ تھی۔ ستم یہ ہوا کہ ہم نے اپنی اس مجبوری کو حکمت کی قبائے خوش رنگ پہنا دی۔ اِسے اپنے رضا کارانہ اور خوشدلانہ فیصلے کا نام

دے کر اپنے سر کی کلغی بنالیا۔ ایسا پہلی بار ہوا کہ پاکستان نے ایک مسلم ہمسایہ ملک پر حملے کے لیے اپنے ہوائی اڈے اپنی بندرگاہیں، اپنی انٹیلی جنس اور اپنا تعاون ایک غیر مسلم ملک کے قدموں میں ڈال دیا۔ صرف پہلے برس ہماری سرزمین سے امریکی طیاروں نے 57800 اُڑانیں بھریں۔ پاکستان کے لوگوں کے لیے یہ روز وشب بڑے ہی کٹھن تھے ہمارے تعاون سے افغانستان کی بستیاں غارت ہوئی، نہتے لوگ خاک وخون میں نہا گئے۔ معصوم بچے آگ اور بارُود کا رزق ہو گئے، قلعہ جنگی، تورا بورا اور دشتِ لیلیٰ جیسی المناک کہانیاں رقم ہوئیں اور وہ کچھ ہوا جس کے تذکرے سے بھی کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ اس قہر کا نشانہ وہ قبیلہ بنا جو تمام تر کوتاہیوں کے باوصف اللہ اور رسول ﷺ کا نام لیوا تھا اور جس کی نس نس میں پاکستان کی لازوال محبت بھری تھی۔

مجبوری کی اِس جنگ کے لیے ہمیں کچھ دلیلیں تراشنا پڑیں، یہ کہ ہم امریکہ کا ساتھ نہ دیتے تو وہ ہمیں پتھروں کے زمانے میں دھکیل دیتا، وہ ہمارا تورا بورا بنا دیتا، یہ کہ اِس سے ہمارا کشمیر کاز مضبوط ہوگا اور یہ کہ اس سے ہماری معیشت نہایت قوی ہو جائے گی۔ لیکن چار سال بعد گردوپیش پر نگاہ ڈالیں تو خوش گمانیوں کے ملبے اور خوابوں کی کرچیوں کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا اور لاتعداد مماثلتوں اور مشابہتوں کا بھید بھرا سلسلہ سوچ کی چولیں ہلا کر رکھ دیتا ہے۔

امریکہ نے پاکستان کے تعاون سے، افغانستان کی بستیوں کو اپنے بموں اور میزائلوں کا نشانہ بنانے کا آغاز چار سال پہلے اکتوبر کے اسی نیم خنک مہینے میں کیا تھا۔ وہ ۷/ اور ۸/ اکتوبر ۲۰۰۱ء کی درمیانی شب تھی جب جلال آباد، قندھار، کابل اور مزار شریف پر چالیس کے لگ بھگ امریکی طیاروں نے وحشیانہ بمباری کا آغاز کیا تھا۔ یہ طیارے جہاں کہیں سے بھی آئے انہوں نے ہماری ہواؤں اور فضاؤں میں سفر کیا، بھید بھری پر اسراریت یہ ہے کہ ہمارے اُوپر ٹوٹنے والی قیامت نے بھی ۷/ اور ۸/ اکتوبر کی درمیانی شب زمین کے نیچے ہلچل شروع کی۔ افغان عوام کو ۸/ اکتوبر کی صبح پتہ چلا کہ وحشت وبربریت کیا کہانی رقم

کر گئی جب اُدھڑی ہوئی عمارتوں ، ملبے کے ڈھیروں ، بکھری پڑی نعشوں اور زخمیوں کی چیخ و پکار نے سارا منظر ہی بدل ڈالا تھا۔ ہم بھی ۸/اکتوبر کو بیدار ہو کر سنبھل ہی رہے تھے کہ زمین تھرتھرائی اور آٹھ دس سیکنڈ کے اندر سارا نقشہ ہی تبدیل ہو گیا۔ چند دنوں بعد رمضان المبارک کا مقدس مہینہ آیا تو بھی امریکہ نے اپنی خوں آشامی کو لگام نہ ڈالی اور سحر و افطار کی سعید ساعتوں میں بھی آگ اور بارُود کا کھیل جاری رہا اور ہم اُس کا ساتھ دیتے رہے۔

ٹھیک چار سال بعد سحر و افطار کے مشکبو موسموں میں اہل پاکستان کو بھی اسی کٹھن آزمائش سے دوچار ہونا پڑا۔ امریکہ کا ساتھ دے کر ہم پتھر کے زمانے میں دھکیلے جانے سے بچ گئے لیکن ٹھیک چار سال بعد جانے کس نے چشم زدن میں ۲۸ ہزار مربع میل علاقہ پتھر کے زمانے میں دھکیل دیا۔ ہم تورا بورا بننے سے محفوظ ہو گئے اور ٹھیک چار سال بعد جانے کس نے ہماری ہزاروں چھوٹی بڑی بستیوں کو تورا بورا بنا دیا۔ چار سال پہلے ہم لٹے پٹے افغانوں کو تباہ حال بستیوں کے باہر ماتم کناں دیکھتے اور امریکیوں سے نہیں کہہ سکتے تھے کہ یہ ظلم نہ کرو۔ آج ہمارے لٹے پٹے ہم وطن ملبوں کے ڈھیر پر بیٹھے رو رہے ہیں اور پوری قوم اَنگاروں پر لوٹ رہی ہے۔ کل ہم بازو، ہاتھ اور ٹانگیں کٹے افغان بچوں کی تصویریں دیکھتے تو آنکھیں سُلگ اُٹھتی تھیں، آج ہمارے ہسپتالوں کے وارڈ اور برآمدے ایسی تصویروں سے بھر گئے ہیں۔ کل ہم دشتِ لیلیٰ کی بے گور کفن لاشوں کے نوحے لکھ رہے تھے، آج اپنے پیاروں کی بے گور کفن لاشوں پر بین کر رہے ہیں۔ کل ہیلی کاپٹروں سے گرائے گئے خوراک کے پیکٹوں کی طرف لپکتے بے حال افغانیوں کو دیکھ کر دل دہل جاتا تھا اور آج اپنے فاقہ زدہ عوام کو اِن پیکٹوں کی طرف دیوانہ وار لپکتے دیکھنا پڑا۔ امریکہ کی دھونس پر ہم نے جن کچی بستیوں سے افغانوں کو باہر دھکیل دیا تھا، آج اپنوں کے لیے ویسی ہی بستیاں بسانا پڑ رہی ہیں۔ پشاور کے نواح میں اذاخیل کیمپ جو کبھی افغان مہاجرین سے آباد تھا آج اس میں اپنے ہی وطن کے ''مہاجرین'' بسائے جا رہے ہیں۔

ہم نے کہا تھا کہ وزیرستان میں کارروائی نہ کرتے تو امریکہ خود بم برسانے لگتا۔ ہم اس ''عظیم حکمت عملی'' کے سبب امریکی بموں سے تو محفوظ رہے لیکن کراچی یونیورسٹی کے جیالوجسٹ کا کہنا ہے کہ ۸/اکتوبر اور اس کے بعد کے جھٹکوں سے خارج ہونے والی توانائی ایک میگاٹن کے ۶۰ ہزار بموں کے برابر تھی۔ ہم نے کہا تھا کہ اس سے کشمیر کاز کو بچالیا گیا ہے اور اِس افتاد کی سب سے زیادہ تباہ کاری اِسی خطہ جنت نظیر میں ہوئی۔ ہم نے کہا تھا کہ اِس سے ہماری معیشت مضبوط ہو جائے گی۔ اس '' کارِ خیر'' کے کے معاوضے کے طور پر ہمیں پانچ سالوں پر محیط تین ارب ڈالر کی امداد کا وعدہ ملا لیکن ورلڈ بینک کے سابق نائب صدر اور معروف ماہر اقتصادیات شاہد جاوید برکی کا بیان آیا ہے کہ پاکستانی معیشت کو دس سے بارہ اَرب ڈالر کا دھچکا لگا ہے۔

انٹرنیشنل لیبر آرگنائزیشن کے اندازے کے مطابق ۱۱/ لاکھ افراد بے روزگار اور کم از کم ۴/لاکھ گھر مکمل طور پر منہدم ہو گئے ہیں۔ ابھی تک ساری دُنیا سے آنے والی مدد ۷۰ کروڑ ڈالر ہے جو مطلوبہ فنڈز کا ۶/فیصد بھی نہیں۔ ہم نے کہا کہ امریکہ کا ساتھ دینے کے باعث اب ہمیں بیرونی قرضوں کی ضرورت نہیں رہی اور ہم نے کشکول توڑ دیا ہے، اور آج ہم دنیا بھر کے چوراہوں میں جھولی پھیلائے صدا لگا رہے ہیں۔

کیا سچ نہیں کہ وہ ساری تباہی و بربادی ہمارا مقدر بن گئی جس سے بچنے کے لیے ہم نے امریکہ کو اپنا کندھا پیش کیا تھا اور وہ سارے ثمرات غارت ہو گئے جن کے لالچ میں ہم نے ایک برادر اسلامی ملک کے خاک نشینوں کے سینے چھلنی کیے تھے۔

یہ سب کیا ہے؟ کیا یہ محض زمین کے نیچے رکھی پلیٹوں کا کیا دھرا ہے؟ شاید نہیں، یقیناً نہیں۔ ایسا سوچنا خالقِ کائنات کے دستِ ہنرمند کی نفی کرنا ہے، مجھے تو یہ چال بھی بے کل کیے ہوئے ہے کہ کیا ہمارے انکار کی صورت میں امریکہ ۲۸ ہزار مربع کلومیٹر علاقے پر ۶۰ ہزار بم برساتا اور اگر برساتا بھی تو کیا تباہی و بربادی کا حجم یہی ہوتا اور اگر ہوتا بھی تو کیا ہماری دولتِ خودی اور متاعِ حمیت محفوظ نہ رہتی؟ ہم نے کتنے خسارے کا سودا کیا''۔

محترم عرفان صدیقی صاحب کو اللہ تعالیٰ اس حق گوئی پر بہت بہت جزائے خیر عطا فرمائے اور قارئین اور بالخصوص ہمارے حکمرانوں کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ چار برس قبل کی بربریت کا نشانہ بننے والے مظلومین کا مقام اور اُن پر ظلم و ستم میں شریک ہونے والوں کا دُنیا و آخرت کی بربادیوں کے اعتبار سے موازنہ کریں اور اپنے لیے دنیا و آخرت کی بربادی کے انتخاب کا قدرتی انجام ملاحظہ کریں۔ موت سے پہلے پہلے توبہ کا دروازہ کھلا ہے اور موت کے بعد بند ہے اور اِسی کا نام ''سنت اللہ'' ہے۔

درس حدیث

حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب (مہتمم جامعہ مدنیہ جدید) ہر انگریزی مہینے کے پہلے ہفتہ کو بعد از نمازِ عصر شام 5:30 بمقام 537-A فیصل ٹاؤن نزد جناح ہسپتال مستورات کو حدیث شریف کا درس دیتے ہیں۔ خواتین کو شرکت کی عام دعوت ہے۔ (ادارہ)

مولای صل وسلم دائما ابدا — درس حدیث — علی حبیبک خیر الخلق کلهم

حضرت اقدس پیرو مرشد مولانا سید حامد میاں صاحبؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کے اِس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے۔ (آمین)

ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے

﴿ تخریج و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

کیسٹ نمبر ۴۷ سائیڈ بی (۱۹۸۵ـ۶ـ۷)

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلٰوۃ والسلام علی خیر خلقہ سیّدنا ومولانا محمد و آلہٖ واصحابہٖ اجمعین امابعد !

ایک صحابیؓ فرماتے ہیں ہم لوگ بیٹھے ہوئے تھے جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کہ اتنے میں ایک شخص آئے اُنھوں نے ایک چادر اوڑھ رکھی تھی اور ہاتھ میں کوئی چیز تھی قَدْ اِلْتَفَّ عَلَیْہِ جسے لپیٹ رکھا تھا انھوں نے۔ اُنھوں نے آکر عرض کیا کہ میں درختوں کے جھنڈ میں سے گزر رہا تھا جہاں درخت زیادہ جمع تھے، وہاں میں نے آواز سنی، پرندوں کے بچوں کی آواز تو اور طرح کی ہوتی ہے جیسے چوں چوں، وہ میں نے سنی۔ میں نے وہ پکڑ لیے اور اِس چادر میں رکھ لیے۔ اب میں اُن کو اِس چادر میں رکھے ہوئے تھا۔

ماں کی محبت :

کہ ماں جو تھی بچوں کی وہ آئی، وہ میرے سر پہ چکر کاٹتی رہی، میں نے یہ کھول دیئے۔ یہ کھولے تو وہ بھی اِن میں آگئی۔ اب یہ سب میری اِس چادر میں لپٹے ہوئے ہیں۔ اُن صحابی نے وہ رکھ دیئے سامنے، اب بچے تو اُڑ نہیں سکتے تھے اور ماں جا نہیں سکتی تھی اِنھیں چھوڑ کر۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اَتَعْجَبُوْنَ لِرَحِمِ

اُمِّ الْاَفْرَاخِ فِرَاخِهَا دیکھو تمہیں یہ عجیب سی بات لگ رہی ہوگی کہ یہ ماں جو اِن چھوٹے پرندوں کی ماں ہے چوزوں کی ماں ہے، کتنا اِس کے دل میں رحم ہے اپنے بچوں کے لیے کہ اُسے اپنی جان کی پروا نہیں ہے کہ یہ مجھے پکڑ لیں گے یا کیا ہوگا اور وہ برابر انہی کے ساتھ ہے۔ تو آقائے نامدار ﷺ چونکہ عقائد کی اصلاح کے لیے بھیجے گئے تھے تعلیم کے لیے مبعوث ہوئے تھے، اس لیے یہاں رسول اللہ ﷺ نے ایک بات تعلیم فرمائی اور اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک اور اُس کی صفتِ رحمت کی طرف توجہ دلائی کہ دیکھو تم لوگوں کو یہ تعجب ہو رہا ہوگا کہ یہ ماں ہے بچے ہیں چھوڑ کر نہیں جا نا چا رہی اور اتنی محبت اِس کے دل میں ہے، اسی طرح رحم کھا رہی ہے وہ اِن پر فَوَالَّذِیْ بَعَثَنِیْ بِالْحَقِّ قسم ہے اُس ذات کی جس نے مجھ کو حق دے کر بھیجا ہے، حق تعلیم حق دین دے کر بھیجا ہے لَلّٰهُ اَرْحَمُ بِعِبَادِهٖ مِنْ اُمِّ الْاَفْرَاخِ بِفِرَاخِهَا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ اِس سے زیادہ رحم فرماتے ہیں جتنا یہ ماں اپنے بچوں کے ساتھ کر رہی ہے لیکن بندے مانتے ہی نہیں، نافرمانی ہی کیے جاتے ہیں، یہ الگ بات ہے وہ الگ چیز ہے۔ بس یہاں اللہ تعالیٰ کی صفتِ رحمت کی طرف جناب رسول اللہ ﷺ نے توجہ دلائی اور اُس کا تعارف کرایا۔ دوسرے اس کے ساتھ ساتھ جانوروں کے ساتھ بھی حُسنِ سلوک یہ اسلام نے بتلایا ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ جانوروں کا شکار جائز ہے، ذبح کرنا جائز ہے۔

صرف نشانہ بازی کی خاطر جانور مار دینا جائز نہیں ہے :

مگر یہ کہ شکار کر کے مار کے ڈال دے یونہی نشانہ بازی میں اِس کو حرام قرار دیا ہے کہ فقط نشانہ ٹھیک کرنے کے لیے جانوروں کو مارتا پھرے یہ تو منع ہے۔ اِسی طرح سے جب جانور کو ذبح کرنا ہو تو بھی بتایا کہ ذبح کر لو ٹھیک ہے، اللہ نے بتایا ہے حلال قرار دیا ہے، قرآن پاک میں بھی آیا ہے وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ یعنی جانوروں میں سے کھالے کوئی۔ لیکن ذبح کرنے کے لیے جو آلہ ہو ذبح کرنے کا وہ تیز ہونا چاہیے تاکہ جانور کو تکلیف نہ ہو فَلْيُرِحْ ذَبِيْحَتَهٗ اُسے چاہئے کہ اپنے ذبیحہ کو کم تکلیف پہنچائے، کم تکلیف میں راحت ہے ایک طرح کی، انسانوں کے ساتھ (حُسن) سلوک تو بہت ہی بڑی چیز ہے، اِس کی رعایت تو اسلام نے جتنی کی ہے اُس کی وجہ سے تو اسلام پھلتا چلا گیا ساری دُنیا میں، اور کوئی سپر پاور مقابل رہی ہی نہیں اور وہ مسائل پیدا نہیں ہونے پائے جو جنگ کے بعد پیدا ہوتے ہیں۔ جنگ کے بعد جو تباہی آتی ہے نسل کشی کے بعد جو تباہی آتی ہے وہ مسائل نہیں پیدا ہونے

پائے، فتوحات ہوگئیں اور وہ مسائل نہیں پیدا ہوئے۔ آقائے نامدار ﷺ کی تعلیم پر عمل کی برکت تھی۔ یہ مارنا اُسی کو تھا جو لڑے باقی کو نہیں جو ہتھیار پھینک دے جو بھاگ جائے جو دروازہ بند کرلے وغیرہ وغیرہ چھوڑتے چلے جاؤ اُسے۔

اسلام قبول کرانے کے لیے جبر جائز نہیں ہے :

اسلام قبول کرنے پر مجبور کرنا نہیں ہے چنانچہ آج بھی آپ دیکھ لیں یہ لبنان میں جو عیسائی ہیں نئے نہیں ہیں یہ اُس زمانے کے خاندان چلے آرہے ہیں۔ شام میں مصر میں اسکندریہ میں بڑی تعداد ہے اِن کی، بڑا اتنا سب ہے۔ یہ چلے آرہے ہیں شروع سے، اسلام نے انہیں اسلام لانے پر مجبور نہیں کیا۔

ایک عورت کو آقائے نامدار ﷺ نے دیکھا ہے ایک غزوہ میں کہ اُسے کسی نے مار دیا۔ اُس کی لاش دیکھی تو طبیعت پر گراں گزرا یہ اور فرمایا کہ اِس کی کیا ضرورت تھی؟ یہ کیا کہہ رہی تھی؟ جو کچھ کہہ نہیں رہا اُس کو مارنے سے کیا فائدہ، راہبوں کو تارک الدنیا لوگوں کو جو عبادتیں کررہے ہیں اپنے اپنے طرز پر ایک طرف بیٹھے ہیں پہاڑوں پر یا عبادت خانوں میں ہیں، انھیں کسی کو اسلام نے نہیں چھیڑا۔ تو عورت کی لاش پڑی تھی فرمایا کہ اِس کی کیا ضرورت تھی؟ اور پھر آگے کے لیے منع فرمادیا کہ عورتوں کو نہ ماریں بچوں کو نہ ماریں۔ یہ آداب تو ہیں ہی نہیں کہیں اور، اگر کسی فوج کے قوائد میں ہوں گے بھی تو شاید ہوں مگر وہ قانون کی عملی حد تک نہیں۔ عمل کے اعتبار سے تو بدترین طبقہ ہے فوج کا، جو رویہ یہ اختیار کرتا ہے کہ ستیاناس کردیتا ہے پیداوار کا اور اِس کا اور اُس کا اور سب ختم۔ جدھر سے گزر جائیں تباہی ہی تباہی ہے، سڑکیں بھی ٹوٹ جاتی ہیں لیکن اسلام میں تو یہ نہیں ہے۔ اسلام کا طرز تو اِس سے بالکل مختلف ہے اور وہی کامیاب بھی رہا۔ اِس کی وجہ سے اتنے عرصہ حکومتیں رہیں بلکہ یہ کہ جہاں وہ پہنچ گئے ہیں وہاں آج تک پھر اسلامی حکومت ہی ہے تو رسول اللہ ﷺ نے انسانوں کے ساتھ سلوک انسانیت کا بتلایا جانوروں کے ساتھ بتلایا جو کہ بتایا ہی نہیں جاتا۔ تو بہرحال سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جاؤ انہیں لے جاؤ اور لے جاکر جہاں سے اُٹھایا ہے اِن چوزوں کو اِن بچوں کو وہیں رکھ کر آؤ اور اِن کی ماں کو بھی اِنہی کے ساتھ۔ تو رسول اللہ ﷺ کے بارے میں قرآن پاک میں ہے وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ تمام عالموں کے لیے آپ کو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے تو اِن جانوروں کا بھی ایک عالم ہے۔ (باقی صفحہ ۲۶)

سلسلہ نمبر ۱۷

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تاحال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد واخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (ادارہ)

علاماتِ قیامت

﴿ نظرثانی وعنوانات : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی :

وَاِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَۃِ . (پ۲۵ سُورہ زخرف آیت ۶۱)

'' اور وہ نشان ہے قیامت کا ''

اِس کی مختصر تفسیر کرتے ہوئے علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں :

''یعنی حضرت مسیح علیہ السلام کا اوّل مرتبہ آنا تو خاص بنی اسرائیل کے لیے ایک نشان تھا کہ بدوں باپ کے پیدا ہوئے اور عجیب وغریب معجزات دکھلائے اور دوبارہ آنا قیامت کا نشان ہوگا، اِن کے نزول سے لوگ معلوم کرلیں گے کہ قیامت بالکل نزدیک آ گئی ہے۔''

احادیثِ مقدسہ میں علاماتِ قیامت بہت بتلائی گئی ہیں لیکن اِن میں ترتیب کیا ہوگی اور ایک علامت سے دوسری علامت تک کتنا فصل ہوگا، اِس کی صراحت بہت کم علامات میں فرمائی گئی ہے۔ حدیث کی سب کتابوں میں کتاب الفتن موجود ہے اور اس میں باب العلامات بین یدی الساعۃ یعنی قیامت سے پہلے وجود میں آنے والی علامتوں کے باب موجود ہیں۔

علماء کرام کو حق تعالیٰ جزاء خیر دے کہ انہوں نے یہ بھی کوشش کی کہ یہ علامت یکجا کردی جائیں اور اِن میں کیا ترتیب ہوگی وہ بھی ذکر کردی جائے۔اس سلسلہ میں سب سے مفید رسالہ وہ ہے جو حضرت شاہ رفیع الدین صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے اِس میں بہت سی احادیث سے استفادہ کر کے ایک مضمون کی شکل دے دی ہے، اسی سے اقتباس کر کے یہ مضمون لکھ رہا ہوں۔

قربِ قیامت کی علامات میں فسق و فجور بڑی علامت ہے اِس کی تھوڑی سی تشریح عرض کرتا ہوں۔کفر اور فسق دو لفظ ہیں بظاہر یہ سمجھا جاتا ہے کہ کفر کا تعلق عقیدہ سے ہے اور فسق کا تعلق فقط اعمال سے ہے۔کوئی آدمی خلافِ شرع کام کرتا ہو تو اُسے فاسق کہا جاتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ فسق کا تعلق عقیدہ اور عمل دونوں سے ہوتا ہے۔عقیدہ کا فسق یہ ہے کہ انسان صحابہ کرامؓ کے بتلائے ہوئے عقائد سے ہٹ جائے۔ جب وہ ان عقائد سے ہٹے گا تو فسق فی العقیدہ میں یعنی بدعت اعتقادی میں مبتلا ہوجائے گا اور کبھی کبھی یہ فسق فی العقیدہ کفر تک بھی پہنچا دیتا ہے۔

صحابہ کرامؓ کے بتلائے ہوئے عقائد وہی ہیں جو جناب رسول اللہ ﷺ نے تعلیم فرمائے ہیں اور ان پر ساری اُمت قائم چلی آرہی ہے اسی لیے کہا جاتا ہے کہ صحابہ کرامؓ معیارِ حق ہیں۔خروج، شیعیت، جہمیت، اعتزال اور فرقہائے جبریہ، قدریہ، مُرجیہ، کرامیہ سب اِسی اصول سے ہٹنے سے پیدا ہوئے، اِن فرقوں میں بہت سے فرقے فسق تک گمراہی میں مبتلا ہوئے اور بہت سے حدِ کفر تک آگے چلے گئے جو طبقہ صحابہؓ سے حدِ فسق تک ہٹے وہ بدعتی بھی کہلاتے ہیں۔

غرض جس طرح اعمال میں فسق ہوتا ہے اِسی طرح عقائد میں بھی ہوتا ہے۔اِن دونوں کا فروغ علامات قیامت میں ہے علامات قیامت میں جو بداعمالیاں صراحۃً احادیث میں شمار کرائی گئی ہیں، یہ ہیں :

ظلم کا اس قدر بڑھ جانا جس سے پناہ لینی مشکل ہو۔خیانت کا عام ہونا۔ جوا، شراب ناچ اور گانے کی کثرت۔مردوں کا ناجائز حد تک عورتوں کا مطیع ہونا۔اولاد کی نافرمانی۔نااہلوں کے ذمہ وہ کام لگانے جن کے وہ اہل نہ ہوں۔اپنے اسلاف پر طعن۔مساجد کی بے حرمتی۔ جھوٹ کو ایک فن کا درجہ دینا۔گالی گلوچ کی کثرت۔دلوں میں شرم وحیا، امانت و دیانت کی کمی۔وغیرہ

ظلم کا اس قدر بڑھ جانا جس سے پناہ لینی مشکل ہو، اِس کی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں ایک تو یہ کہ حکام انتظامیہ عدلیہ سب ہی ظالم ہو جائیں دوسرے یہ کہ آپس میں خانہ جنگی ہو۔ جرم کسی کا ہو مارا کوئی اور جائے یا اور اِس قسم کی صورتیں۔

یہ سب باتیں ہر سلیم الفطرت شخص کے نزدیک معیوب ہیں اور اسلام میں گناہ حرام یا قابلِ تعزیر وحد ہیں جس قوم میں یہ پائی جائیں وہ رُو بزوال ہو جاتی ہیں اور بڑھ جائیں تو تباہ ہو جاتی ہیں۔

پہلے زمانوں (قرونِ وسطیٰ) میں بھی یہ باتیں پائی گئی ہیں لیکن افراد میں تھیں یعنی بہت کم اور جب ان میں مبتلا لوگوں کی تعداد بہت بڑھ گئی تو پوری مسلم قوم پر زوال آ گیا حکومتیں چھنتی چلی گئیں حتی کہ پوری دنیا میں کوئی بھی مسلم سلطنت اپنی آزادی پر قائم نہ رہ سکی۔

مذکورہ بالا خرابیوں کے پائے جانے پر عیسائیوں کے غلبہ کی خبر حدیث میں آئی ہے۔ حضرت شاہ رفیع الدین صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں جب یہ تمام علامات وآثار نمایاں ہو جائیں تو عیسائی بہت ملکوں پر غلبہ کر کے قبضہ کر لیں گے۔ اور ایسا واقعتاً ہو چکا ہے دُنیا بھر کی سب مسلم سلطنتیں تباہ ہو گئیں اور عیسائی چھا گئے، اس پر یہ سوال ہو سکتا ہے کہ یہ خرابیاں تو ہماری قوم میں باقی تھیں پھر عیسائیوں کا غلبہ کیسے ہٹا؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ عیسائیوں کے مظالم زیادہ ہو گئے انہوں نے پوری دنیا کو کھلونا بنالیا اور غلامی کی زندگی گزارنے پر مجبور کر دیا اور ظلم ایسی چیز ہے جو اللہ تعالیٰ کو بہت ناپسند ہے۔

جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجتے وقت ہدایت فرمائی تھی :

وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّهٗ لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ.(بخاری شریف ص۲۰۳ ج۱ کتاب الزکٰوۃ)

اور مظلوم کی بددعاء سے بچتے رہنا کیونکہ مظلوم کی دُعاء اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں (یعنی نہایت سریع التاثیر ہوتی ہے)۔

عیسائیوں کے پوری دُنیا پر چھا جانے کے بعد سمٹ جانے کی وجہ بظاہر یہی ہے کہ اُن کے مظالم بڑھ گئے تھے انہوں نے اقوامِ عالم کو محکوم ہی نہیں بلکہ انہیں غلام بھی بنا لیا تھا۔ الجزائر، ویت نام، کوریا وغیرہ سب ان کے کھلونے بنے رہے ہیں اور اسرائیل کا ناسور اِن کا ہی پیدا کردہ ہے۔

اگر چہ جس دور سے ہم گزر رہے ہیں وہ بھی دورِ فتن ہی ہے، طرح طرح کے فرقے نمودار ہو رہے ہیں اتباعِ سلف کے بجائے اپنی خواہش پر چلنے کا رجحان بڑھتا جا رہا ہے، جو شخص تھوڑا بہت علم حاصل کر لیتا ہے وہ تنقید وجرح کی وادیٔ پُر خار کی راہ لیتا ہے۔ صحابہ کرامؓ اور اسلاف کو چھوڑ کر اپنی شخصیت سازی میں لگ جاتا ہے، یہی وہ بیماری ہے جو سب فتنوں بدعات اور اختلافات کی جڑ ہے۔ کثرتِ نشر واشاعت نے اسے مرضِ متعدی بنا دیا ہے، ایک غلطی اور بدعت کی اصلاح نہیں ہونے پاتی کہ کوئی اور نئی بدعت کسی اور رنگ میں ظاہر ہو جاتی ہے یا کوئی اور نیا فرقہ باطلہ اُبھرنے لگتا ہے، آخر اِس دور کا منتہی کہاں ہوگا۔

دورِ فتن سے احادیث میں ایسا زمانہ بھی مراد ہوتا ہے جس میں ایسی گڑبڑ ہو کہ عقلمند سے عقلمند شخص بھی حیران رہ جائے ایک پہلو کی اصلاح ہونے سے پہلے دوسرے پہلو کی خرابی پیدا ہو جائے یا ایک پہلو کی اصلاح میں دوسرے پہلو کی خرابی پیدا ہونے کا احتمال نظر آئے۔ اِس دور میں بھی یہی حالت جارہی ہے، کوئی واضح راستہ کسی کے سامنے نہیں ہے اور کوئی راہ بے خار نہیں رہی۔

لیکن احادیثِ مقدسہ کی روشنی میں یوں لگتا ہے کہ رفتہ رفتہ مسلمان سنبھلتے ہی چلے جائیں گے کیونکہ انہیں عروج کی طرف جانا ہے تقدیراتِ الٰہیہ ظہور میں آنی ہیں مسلمان اگر خود نہ سنبھلے تو حالات سنبھلنے پر مجبور کریں گے۔ یہ ایک بہترین فاتح قوم بننے والی ہے اگرچہ یہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ پوری طرح خود کفیل نہ ہو پائیں گے، درمیان ہی میں دنیا کے حالات ایسے ہو جائیں گے کہ دنیا بھر کے مسلمان اور عیسائی آپس میں معاہدہ کریں اور کسی تیسری طاقت سے جنگ کریں اور فتح یاب ہوں۔ اب آنے والا طویل دورِ عروج کے ساتھ طویل عالمی جنگ کا بھی ہوگا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

حدیث شریف میں آتا ہے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ :

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عُمْرَانُ بَیْتِ الْمَقْدِسِ خَرَابُ یَثْرِبَ وَخَرَابُ یَثْرِبَ خُرُوْجُ الْمَلْحَمَۃِ وَخُرُوْجُ الْمَلْحَمَۃِ فَتْحُ الْقُسْطُنْطِیْنِیَّۃِ وَفَتْحُ الْقُسْطُنْطِیْنِیَّۃِ خُرُوْجُ الدَّجَّالِ ثُمَّ ضَرَبَ بِیَدِہٖ عَلٰی فَخِذِ الَّذِیْ حَدَّثَہٗ اَوْمَنْکِبِہٖ ثُمَّ قَالَ اِنَّ ھٰذَا لَحَقٌّ کَمَا اَنَّکَ ھٰہُنَا اَوْ کَمَا اَنَّکَ قَاعِدٌ یَعْنِی مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ (ابو داؤد شریف باب فی امارات الملاحم)

حضرت سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ بیت المقدس کی آبادی یثرب (مدینہ منورہ) کی بربادی ہوگی اور مدینہ شریف کی ویرانی جنگ کا پیش خیمہ ہوگی اور جنگ کا شروع ہونا قسطنطنیہ کی فتح ہوگا اور قسطنطنیہ کا فتح ہونا دجال کا خروج ہوگا۔ پھر جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنا دست مبارک اُن کے کندھے (مونڈھے) پر یاران پر مارا پھر فرمایا کہ بلاشبہ یہ سب حق ہے (یقیناً ہوگا) جیسے کہ تم یہاں موجود بیٹھے ہو (یعنی معاذ بن جبل)۔

احادیث میں اکثر جگہ لفظ فتنہ سے آپس کی لڑائی اور خانہ جنگی مراد ہوتی ہے اور ملحمہ سے وہ لڑائی مراد ہوتی ہے جو مسلمانوں کی دُوسروں سے ہو۔

اس وقت اسرائیل نے بیت المقدس کو دارالخلافہ بنالیا ہے اس لیے اس کی آبادی کا عروج تو شروع ہوگیا ہے۔

احادیث مقدسہ سے یہ بات بھی سمجھ میں آتی ہے کہ عیسائیوں کا مذہبی (یعنی عیسائیت کا) مرکز رُوم ہوگا اور ممکن ہے مادی مرکز بھی اِسی کو بنالیا جائے۔

مسلمان اور عیسائی دشمن پر فتح یاب ہونے کے بعد صرف دو آدمیوں کے جھگڑے کی وجہ سے ایک بات کو اپنے وقار کا مسئلہ بنا کر معاہدہ توڑ دیں گے اور مسلمانوں سے جنگ کریں گے چنانچہ ایک اور حدیث میں ارشاد ہے صحابیؓ نے فرمایا :

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ سَتُصَالِحُوْنَ الرُّوْمَ صُلْحاً آمِناً فَتَغْزُوْنَ اَنْتُمْ وَھُمْ عَدُوًّا مِنْ وَّرَائِکُمْ فَتُنْصَرُوْنَ وَتَغْنِمُوْنَ وَتَسْلِمُوْنَ ثُمَّ تَرْجِعُوْنَ حَتّٰی تَنْزِلُوْا بِمَرَجٍ ذِیْ تَلُوْلٍ فَیَرْفَعُ رَجُلٌ مِّنْ اَھْلِ النَّصْرَانِیَّۃِ الصَّلِیْبَ فَیَقُوْلُ غَلَبَ الصَّلِیْبُ فَیَغْضَبُ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ فَیَدُقُّہٗ فَعِنْدَ ذٰلِکَ تَغْدِرُ الرُّوْمُ وَتَجْمَعُ لِلْمَلْحَمَۃِ . (ابو داؤد باب ما یذکر من ملاحم الروم)

میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب (ایسا وقت آئے گا کہ) تم اہل رُوم سے قابل اطمینان صلح کرو گے پھر تم اور وہ اپنے ایک دشمن سے لڑو گے تمہیں نصرت وغنیمت حاصل ہوگی اور بچ بھی جاؤ گے (سلامت رہو گے) پھر واپسی کے

وقت ایک سبزہ زار میں جہاں ٹیلے ہوں گے ٹھہرو گے وہاں نصرانیوں میں سے ایک شخص صلیب بلند کر کے کہے گا کہ صلیب غالب آئی اِس پر مسلمانوں میں سے ایک شخص کو غصہ آئے گا وہ صلیب توڑ دے گا، اُس وقت (صرف دو شخصوں کے جھگڑے پر اہل رُوم وعیسائی) معاہدہ توڑ دیں گے اور جنگ کے لیے جمع ہو جائیں گے۔

اِس لڑائی میں عیسائیوں کو کامیابی ہوگی مسلمانوں کا زبردست نقصان ہوگا وہ اپنا ہدف مدینہ منورہ کو بنائیں گے کسی لائن سے وہ خیبر تک پہنچ جائیں گے مسلمانوں کا حکمران وفات پا جائے گا اُس وقت جو ہوگا وہ اِس حدیث میں آتا ہے :

عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَکُوْنُ اخْتِلَافٌ عِنْدَ مَوْتِ خَلِیْفَةٍ فَیَخْرُجُ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ هَارِبًا اِلٰی مَکَّةَ فَیَأْتِیْهِ نَاسٌ مِّنْ اَهْلِ مَکَّةَ فَیُخْرِجُوْنَهٗ وَهُوَ کَارِهٌ فَیُبَایِعُوْنَهٗ بَیْنَ الرُّکْنِ وَالْمَقَامِ . (ابو داؤد کتاب المهدی)

جناب رسول اللہ ﷺ کی اہلیہ محترمہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے جناب رسول اللہ ﷺ سے روایت فرمائی ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک خلیفہ کی وفات کے وقت اختلاف ہوگا تو ایک شخص (جو خلافت کا اہل ہوگا) مدینہ سے مکہ مکرمہ تک بھاگ جائے گا اُس کے پاس اہلِ مکہ آئیں گے اُسے (گھر سے) نکالیں گے وہ اِس معاملہ کو پسند نہ کرتا ہوگا (لیکن لوگ) اُن سے رکن اور مقام کے درمیان بیعت کریں گے۔

اُس وقت شام میں جو حاکم ہوگا وہ اِن کی مخالفت میں لشکر روانہ کرے گا حسد میں یا عیسائی حکومتوں کے اُبھارے پر جو صورت بھی ہو۔

وَیُبْعَثُ اِلَیْهِ بَعْثٌ مِّنَ الشَّامِ فَیُخْسَفُ بِهِمْ بِالْبَیْدَآءِ بَیْنَ مَکَّةَ وَالْمَدِیْنَةِ .

شام سے اِن کے مقابلہ کے لیے لشکر بھیجا جائے گا اُس لشکر کو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان واقع بیداء میں دھنسا دیا جائے گا۔

اس مضمون کی دوسری روایت میں ہے کہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے دریافت فرمایا :

یَا رَسُوْلَ اللّٰہ (صلی اللّٰہ علیہ وسلم) کَیْفَ بِمَنْ کَانَ کَارِھًا قَالَ یُخْسَفُ بِھِمْ وَلٰکِنْ یُّبْعَثُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ عَلٰی نِیَّتِہٖ ۔(ابو داؤد کتاب المھدی)

اے اللہ کے سچے رسول اُس لشکر والوں کے ساتھ جو لوگ بہ مجبوری (مثلاً جبری بھرتی سے) آگئے ہوں گے اُن کا کیا ہوگا؟ ارشاد فرمایا وہ بھی دھنسا دے جائیں گے لیکن ہر شخص قیامت کے دن اپنی نیت کے مطابق اُٹھایا جائے گا۔

یعنی جو لوگ جبراً ساتھ لیے گئے ہوں گے اُن کا حشر اُن کی نیتوں کے مطابق ہوگا۔

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی پہلی والی روایت میں ہے کہ :

فَاِذَا رَاَی النَّاسُ ذٰلِکَ اَتَاہُ اَبْدَالُ الشَّامِ وَعَصَائِبُ اَھْلِ الْعِرَاقِ فَیُبَایِعُوْنَہٗ

جب یہ یہ دیکھیں گے تو شام کے ابدال (اولیاء کرام) اور عراق کے (بہترین لوگ) گروہ درگروہ اِن کے پاس آئیں گے اور اِن سے بیعت ہوں گے۔

اِن کی مدد کرنے والے اہلِ ماوراء النہر بھی ہوں گے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا :

یَخْرُجُ رَجُلٌ مِّنْ وَّرَآءِ النَّھْرِ یُقَالُ لَہ الْحَارِثُ حَرَّاثٌ عَلٰی مُقَدَّمَتِہٖ رَجُلٌ یُقَالُ لَہٗ مَنْصُوْرٌ یُوَطِّیءُ اَوْ یُمَکِّنُ لِاٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَامَکَّنَتْ قُرَیْشٌ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَجَبَ عَلٰی کُلِّ مُؤْمِنٍ نَصْرُہٗ اَوْقَالَ اِجَابَتُہٗ ۔ (ابوداؤد کتاب المھدی)

ایک شخص وراء النہر سے چلے گا اُسے حارث کہا جاتا ہوگا وہ حراث (یعنی کاشت کرنے والا) ہوگا اُس کے لشکر کے اگلے حصہ مقدمۃ الجیش پر مامور شخص کو منصور کہا جاتا ہوگا وہ اٰلِ محمد ﷺ کے لیے اُن کے مضبوطی سے جمنے کے لیے موثر طرح کام کرے گا جیسے (قبائل قریش نے اسلام قبول کرنے کے بعد) جناب رسول اللہ ﷺ کے (دین کے) لیے استحکام کا کام کیا، ہر ایمان والے شخص پر اُس کی مدد واجب ہے۔

اِس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُس وقت ماوراء النہر یعنی دریائے سیحون کے پار علاقوں میں اسلام نہایت جوش سے اُبھر چکا ہوگا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے :

ثُمَّ یَنْشَأُ رَجُلٌ مِّنْ قُرَیْشٍ اَخْوَالُہٗ کَلْبٌ فَیَبْعَثُ اِلَیْھِمْ بَعْثًا فَیَظْھَرُوْنَ عَلَیْھِمْ وَذَالِکَ بَعْثُ کَلْبٍ وَالْخَیْبَۃُ لِمَنْ لَّمْ یَشْھَدْ غَنِیْمَۃَ کَلْبٍ . (ابو داؤد کتاب المھدی)

پھر ایک قریشی شخص اُبھرے گا، (اُس کی ننھیال) اُس کے ماموں بنوکلب ہوں گے وہ حضرت مہدی کے مقابلہ کے لیے لشکر روانہ کرے گا۔ حضرت مہدی اِن پر فتح پائیں گے یہ لشکر (درحقیقت) بنوکلب پر مشتمل ہوگا جو اِن کے اموال غنیمت نہ حاصل کرے وہ خسارہ میں رہا۔

حضرت امام مہدی علیہ رحمۃ اللہ ورضوانہ کے نام کے بارے میں ارشاد ہوا :

یُوَاطِیءُ اِسْمُہٗ اِسْمِیْ وَاسْمُ اَبِیْہِ اِسْمَ اَبِیْ. (ابو داؤد کتاب المھدی)

اُن کا نام میرے نام پر ہوگا اور اُن کے والد کا نام میرے والد کے نام پر ہوگا۔

حضرت مہدی کے ساتھ موعود کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے یعنی جن کے ظہور کی اطلاع دی گئی ہے اور اُن کا وجود اُس وقت سارے مسلمانوں کی فلاح کا سبب ہوگا اور اِس کا احادیث میں وعدہ کیا گیا ہے۔ ان کے بارے میں بہت روایات موجود ہیں حتی کہ روایات میں حضرت مہدی کا حلیہ بھی بتلایا گیا ہے۔

اَجْلَی الْجَبْھَۃِ اَقْنَی الْاَنْفِ کشادہ پیشانی بلند ناک

ایک اور روایت میں نسب بھی بتلایا گیا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر ارشاد فرمایا :

اِنَّ اِبْنِیْ ھٰذَا سَیِّدٌ کَمَا سَمَّاہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَسَیَخْرُجُ مِنْ صُلْبِہٖ رَجُلٌ یُسَمّٰی بِاسْمِ نَبِیِّکُمْ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَشْبَھُہٗ فِی الْخُلُقِ وَلَا یَشْبَھُہٗ فِی الْخَلْقِ. (ابو داؤد شریف کتاب المھدی)

میرا یہ بیٹا سردار ہے جیسے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے انہیں (سیّد) فرمایا ہے اور اِن کی نسل میں ایک شخص پیدا ہوگا تمہارے نبی کا ہم نام ہوگا عادات میں نبی کریم ﷺ کے

مشابہ ہوگا شکل وصورت میں نہیں۔

آپ کے متعلق تحریر کردہ رسائل میں یہ بھی ہے کہ آپ لکھنا پڑھنا نہ جانتے ہوں گے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ازغیب علم عطا ہوگا جسے "عِلْمِ لَدُنِّی" کہا جاتا ہے۔

یَعْمَلُ فِی النَّاسِ بِسُنَّةِ نَبِیِّهِمْ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَیُلْقِی الْاِسْلَامُ بِجِرَانِهٖ اِلَی الْاَرْضِ . (ابو داؤد کتاب المهدی)

لوگوں میں سنت رسول ﷺ کے مطابق عمل کریں گے اور اسلام بڑے سکون کے ساتھ ساری دُنیا میں جم جائے گا۔

یہاں تک گزری ہوئی احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ اِس وقت جو دور جا رہا ہے اس میں انشاء اللہ مسلمانوں کی بہتری ہوگی اسلام کی طاقت بڑھے گی مسلمانوں کی خرابیوں کا ازالہ ہوتا جائے گا۔ مزید کمزوریاں جہاد کی برکت سے دُور ہوتی جائیں گی، پورے عالم پر طویل ترین یا سخت ترین جنگ کا دور گزرے گا مسلمان اور عیسائی قریب ہوں گے اور آپس میں جنگی معاہدہ کریں گے پھر وہ شدید ترین جنگ کسی تیسرے فریق سے ہوگی اُس میں مسلم عیسائی متحدہ قوت کامیاب ہوگی، اِن اتحادیوں کی کامیابی کے بعد پھر ذراسی بات پر عیسائی معاہدہ منسوخ کر کے برسرِ پیکار ہو جائیں گے۔ مسلمان جو غالبًا مادی طاقت میں ناکافی حد تک خود کفیل ہوئے ہوں گے شکست کھا جائیں گے اور بہت سے مسلم علاقے عیسائیوں کے قبضہ میں چلے جائیں گے جن میں ترکی، اُردن اور سعودی عرب کا علاقہ صاف سمجھ میں آتا ہے۔ پھر لڑائی کا زور اُس علاقہ میں اور شام و فلسطین میں رہے گا، ان سب لڑائیوں میں جانی نقصان بے حد ہوگا خدا ہی جان سکتا ہے کہ یہ جنگ کس قسم کی ہوگی کن ہتھیاروں سے لڑی جائے گی، ایٹمی ہوگی یا دوسرے ہتھیاروں سے ہوگی، اُس حصہ تک خوارق عادات کا ظہور نہ ہوگا۔ انسان نے اس وقت تک جو مادی ریڈیائی ترقی کی ہے یا کچھ کرے گا وہ آخری حد کو پہنچ چکی ہے یا پہنچ جائے گی، یہ ترقی بھی خوارق عادت کے مشابہ ہے اِس کے بعد ظہور مہدی سے رُوحانی خوارق کا ذکر ملتا ہے۔

حضرت مہدی علیہ السلام کا ظہور خلیفۂ وقت کے انتقال پر ہوگا وہ خود مہدی ہونے کا دعویٰ نہ کریں گے لوگ پہچان کر انہیں خلیفہ بننے پر مجبور کریں گے۔ حضرت امام مہدی اسلامی افواج جمع کر کے حملہ آور عیسائیوں پر اپنے علاقے واپس لینے کے لیے جواباً حملہ کریں گے اور فتح کرتے کرتے ترکی تک پہنچیں گے جس وقت استنبول

(قسطنطنیہ) فتح کریں گے اُس وقت انہیں ظہورِ دجال کی اطلاع ملے گی اس لڑائی میں مسلمان فاتح ہوں گے لیکن اتنی بڑی تعداد میں شہید بھی ہوجائیں گے کہ فتح کی خاص خوشی نہ ہوا کرے گی سو میں سے ایک آدمی زندہ رہ جائے گا (یعنی کسی کسی خاندان کا یہ حال ہوگا) (مسلم شریف ص ۳۹۲ ج ۲)۔

احادیثِ مقدسہ سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اسی دوران یہودی بھی مسلمانوں سے لڑیں گے اور ہوسکتا ہے کہ یہ لڑائی حضرت مہدی علیہ السلام کے اسی سفر جہاد میں شام سے ترکی جاتے ہوئے موجودہ (امریکہ کی ذیلی ریاست) اسرائیل میں ہو، اِس کی خبریوں دی گئی ہے۔

تُقَاتِلُکُمُ الْیَهُوْدُ فَتُسَلَّطُوْنَ عَلَیْهِمْ حَتّٰی یَقُوْلَ الْحَجَرُ یَا مُسْلِمُ هٰذَا یَهُوْدِیٌّ وَرَائِیْ فَاقْتُلْهُ . (مسلم ص ۳۹۶ ج ۲ کتاب الفتن و شرائط الساعة)

موجودہ حالت اور انجام سورہ بنی اسرائیل کے ابتدائی حصہ میں وَاِنْ عُدْ تُّمْ عُدْنَا کے جملہ سے بھی مفہوم ہوتی ہے کہ ان کی بداعمالیاں بڑھیں گی جب وہ انتہاء کو پہنچیں گی تو انتہائی سزا دی جائے گی۔ مسلم شریف میں اسی صفحہ پر جو روایات دی گئی ہیں اِن سے معلوم ہوتا ہے کہ سب یہودی مارے جائیں گے انہیں پتھر بھی پناہ نہ دیں گے صرف ایک درخت جسے ''غَرْقَدْ'' کہا جاتا ہے اُس کے پیچھے یا اُس کی آڑ میں ہوں گے تو وہ انہیں پناہ دے گا غرقد کو ''عَوْسَجَہْ'' بھی کہتے ہیں کانٹوں دار درخت ہے فلسطین کے علاقہ میں ہوتا ہے چھوٹے کو عوسجہ اور بڑے کو غرقد کہتے ہیں۔ اِن کا مارا جانا اور درختوں اور پتھروں کا مخبری کرنا یہ خوارقِ عادت کے طور پر ذکر فرمایا گیا ہے اگرچہ ممکن ہے کہ یہ سائنسی ترقی ہو لیکن احادیث کا سیاق وسباق اور انداز بیان خرق عادت پر دلالت کر رہا ہے، واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حضرت مہدی علیہ السلام کے لشکر کا ایک حصہ بھاگ کھڑا ہوگا، ایک حصہ شہید ہوجائے گا، یہ لوگ افضل الشہداء عنداللہ ہوں گے (مسلم ص ۳۹۲ ج ۲) تیسرا حصہ مع جدید رفقاء فتح یاب ہوتا چلا جائے گا یہ لشکر قسطنطنیہ فتح کرلے گا ابھی اِس معرکہ سے فارغ ہی ہوئے ہوں گے کہ کوئی شیطان یہ خبر پھیلائے گا کہ دجال تم لوگوں کے اہل وعیال میں پہنچ گیا ہے یہ لوگ واپس روانہ ہوں گے اور شام کے موجودہ دارالخلافہ دمشق پہنچیں گے تو وہاں دجال نہ ہوگا یہ خبر جھوٹی ہوگی لیکن وہیں اتنا پتہ چل جائے گا کہ وہ دنیا میں ظاہر ہوچکا ہے ابھی یہ لوگ اِسی مقام پر ہوں گے کہ نزول مسیح علیہ السلام ہوجائے گا۔ (مسلم ص ۳۹۲ ج ۲)

حضرت مہدی علیہ السلام کا دورِ حکومت بابرکت ہوگا، عدل وانصاف اپنے کمال پر ہوگا۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ اِن کا دورِ حکومت سات سال اور بعض روایات کے مطابق نو سال ہوگا (ابوداؤد کتاب المہدی) پھر حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا دور شروع ہوگا۔ نزول عیسیٰ علیہ السلام کے موضوع پر مستقل تصانیف موجود ہیں، حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ نے " **التصریح بما تواتر فی نزول المسیح** " اسی موضوع پر تالیف فرمائی ہے، یہ مجلس تحفظ ختم بنوت ملتان نے شائع کی ہے اور میرا مقصد تمام روایات کو جمع کرنا نہیں ہے بلکہ ایک خاکہ پیش کرنا ہے جو احادیثِ مقدسہ کی روشنی میں سمجھ میں آتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ظہور یاجوج وماجوج ہوگا یہ کثیر التعداد قوم ہوگی اِن سے مقابلہ نہیں کیا جاسکے گا البتہ بچا جاسکے گا کہ انسان محصور ہوجائے حدیث میں یہی تدبیر بتلائی گئی ہے۔ (مسلم ص ۴۰۱۔۴۰۲ ج ۲)

ان کی تعداد کی کثرت ان احادیث میں آئی ہے جن میں جہنم میں داخل کیے جانے والے لوگوں کا ذکر ہے کہ مسلمانوں میں سے ایک اور یاجوج ماجوج ایک ہزار ہوں گے۔ (بخاری شریف ص ۴۷۲ ج ۱ باب قصۃ یاجوج وماجوج وقول اللہ عزوجل ویسئلونک عن ذی القرنین)

ممکن ہے بخاری شریف وغیرہ کی اِس روایت میں اُس وقت کے مسلمانوں اور یاجوج ماجوج کا تناسب مراد ہو اِس سے یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ وہ کافر ہوں گے بعض روایات میں آتا ہے کہ یہ اولادِ یافِث بن نوح علیہ السلام سے ہیں۔

ان کے بارے میں تو اتنا ہی بتلانا کافی ہے کہ اِن کا وجود مسلم ہے اور جس وقت اِن کے فتنہ کا ظہور ہوگا اُس وقت اِن کے شر سے بچنے کی تدبیر محصور ہوجانے کے سوا کچھ نہیں۔ ان کی حالت کے بارے میں مسلم شریف میں ص ۴۰۱۔۴۰۲ پر روایات موجود ہیں۔ ان کی ہلاکت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعاء سے ہوگی۔ اسی صفحہ پر مسلم شریف میں ہے کہ یہ وجود باری تعالیٰ کا مذاق اُڑاتے ہوں گے اور یہ بھی ہے کہ اِن کی موت (ظاہری اسباب میں) بہت چھوٹے کیڑوں سے ہوگی **یُرْسَلُ عَلَیْھِمُ النَّغَفُ**. (مسلم شریف ص ۴۰۱) نغف ایک قسم کا کیڑا ہوتا ہے جو اُونٹ اور بکری کی ناک میں پیدا ہوجاتا ہے اِس قسم کے جراثیم اِن پر چھا جائیں گے اِن کی گردن میں تکلیف ہوگی لیکن دجال کے بارے میں بہت روایات ہیں اور اِس کا ظہور اور سارا زور حضرت عیسیٰ کے نزول سے پہلے ہی ہوگا، اس لیے آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو ارشادات فرمائے ہیں وہ ملحوظ رکھنے چاہئیں تاکہ اِس کے

شر سے ہر صاحبِ ایمان بچ سکے۔

❁ دجال کا ظہور اِصفہان سے ہوگا اُس کے ساتھ یہودی ہوں گے۔ مسلم شریف میں ہے :

یَتْبَعُ الدَّجَّالَ مِنْ یَھُوْدِ اِصْبَھَانَ سَبْعُوْنَ اَلْفاً عَلَیْھِمُ الطَّیَالِسَۃُ . (مسلم شریف ص ۴۰۵ ج۲)

دجال کے ساتھ اصفہان کے ستر ہزار (یعنی بہت بڑی تعداد میں) یہودی ہوں گے، اُن کے لباس میں اُن کی خاص وضع کی لمبی ٹوپی ہوگی۔

❁ اُسے لوگوں پر کسی وجہ سے سخت غصہ آئے گا اُس وقت اُس کا ظہور ہوگا۔

اِنَّ اَوَّلَ مَایَبْعَثُہٗ عَلَی النَّاسِ غَضَبٌ یُغْضِبُہٗ .(مسلم شریف باب ذکر الدجال ص۳۹۹ ج۲)

❁ اُس کی طاقت پوری شیطانی طاغوتی قوت کا مظہر ہوگی مافوق الفطرت اور مافوق العقل چیزیں ظاہر کرے گا۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر جناب رسول اللہ ﷺ تک سب انبیاء کرام اس کی آمد کی خبر دیتے رہے ہیں اور اِس کے فتنہ سے ڈراتے رہے ہیں (ابوداؤد و مسلم ص۴۰۰ ج۲)

❁ عظیم الجثہ ہوگا لیکن قد چھوٹا محسوس ہوتا ہوگا چلتے وقت ٹانگیں پھیلا کر چلا کرے گا ایڑیاں دُور رہیں گی اور پنجے قریب ہوا کریں گے (ابوداؤد باب خروج الدجال)

❁ اُس کی ایک آنکھ میں عیب ہوگا داہنی آنکھ انگور کے دانے کی طرح اُبھری ہوئی ہوگی **اَعْوَرُ الْعَیْنِ الْیُمْنٰی کَاَنَّ عَیْنَہٗ عِنَبَۃٌ طَافِیَۃٌ (مسلم ۲۹۹ ج۲)** اُس کی ایک آنکھ کے ڈھیلے پر گاڑھا ناخنہ ہوگا **عَلَیْھَا ظَفْرَۃٌ غَلِیْظَۃٌ (مسلم ص ۴۰۰ ج۲)**

❁ اُس کے بدن پر بہت بال ہوں گے **جُفَالُ الشَّعْرِ . (مسلم ص۴۰۰ ج۲)**

❁ وہ جوان ہوگا اُس کے بال بہت گھنگریالے ہوں گے **شَابٌّ قَطِطٌ (مسلم ص ۴۰۱)**

❁ اُس سے بہت بڑی بڑی خوارق عادات ظاہر ہوں گی، پانی نہر بارش باغ جسے وہ جنت کہے گا اور آگ جسے وہ جہنم کہے گا اِس کے ساتھ ہوں گی۔ حقیقت یہ ہوگی کہ اُس کا پانی آگ ہوگا اور آگ پانی ہوگی، جو مسلمان ایسے موقع پر پھنس جائے تو اُسے چاہئے کہ اُس کی آگ میں داخل ہو کیونکہ وہ شیریں پانی ہوگا پیاس کے

وقت اُس کی آگ ہی پیئے یہ پانی ہوگا، فرمایا گیا وَلْيُغْمِضْ ثُمَّ لِيُطَاطِئْ رَأْسَهٗ فَيَشْرَبْ مِنْهُ. (مسلم ص ۴۰۰) آنکھ بند کر کے سر جھکا کر آگ کو پانی کی طرح پی لے۔

۞ مسلمان کو اُس کا کافر ہونا صاف نظر آجائے گا مَكْتُوْبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ ك ف ر (مسلم شریف ص ۴۰۴ ج ۲)

۞ یہ دنیا بھر میں چکر لگائے گا بجز مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے دونوں جگہ شہروں میں نہ داخل ہو سکے گا لَيْسَ مِنْ بَلَدٍ اِلَّا سَيَطَؤُهُ الدَّجَّالُ اِلَّا مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةَ . (بخاری شریف ص ۲۵۳ ج ۱)
دجال کے وجود کے یقینی بنانے کے لیے فرمایا گیا کہ مدینہ منورہ میں نہ طاعون آئے گا نہ دجال لَا يَدْخُلُهَا الطَّاعُوْنُ وَلَا الدَّجَّالُ (بخاری شریف ص ۲۵۲ ج ۱)
چودہ سو سال میں دیکھ چکے ہیں کہ مدینہ شریف میں طاعون کی وباء کبھی نہیں ہوئی اس لیے اس کے ساتھ دوسری بات کہ دجال کا وجود بھی ہوگا اور وہ وہاں نہ داخل ہو سکے گا صحیح ہوگی۔

۞ یہ مدینہ منورہ کے باہر ہی زمین شور پر ایک میدان میں ٹھہرے گا يَنْزِلُ بَعْضَ السِّبَاخِ الَّتِيْ بِالْمَدِيْنَةِ. (بخاری شریف ص ۲۵۳ ج ۱)

۞ لوگ اس سے بچنے کے لیے پہاڑوں پر بھاگ جائیں گے عرب اس زمانہ میں تھوڑے ہوں گے (مسلم شریف ص ۴۰۵ ج ۲)۔ عربوں کی تعداد آبادی کے لحاظ سے اب بھی زیادہ نہیں ہے پھر شاید جہاد وغیرہ میں شہید ہو کر تعداد اور کم ہو جائے۔

۞ اِس سے بچنے اور دُور رہنے کی ہدایت فرمائی گئی ہے، ارشاد ہوا۔
مَنْ سَمِعَ بِالدَّجَّالِ فَلْيَنْاَ عَنْهُ فَوَاللّٰهِ اِنَّ الرَّجُلَ لَيَاْتِيْهِ وَهُوَ يَحْسِبُ اَنَّهٗ مُؤْمِنٌ فَيَتَّبِعُهٗ مِمَّا يُبْعَثُ بِهٖ مِنَ الشُّبُهَاتِ. (ابو داؤد باب خروج الدجال)
جو اِس کی خبر سنے اُسے چاہئے کہ اُس سے دُور رہے، خدا کی قسم آدمی اُس کے پاس آئے گا اور یہ سمجھتا ہوگا کہ میں پکا مسلمان ہوں مگر اُس کے پاس جاتے ہی اُس کے پیچھے چلنے لگے گا کیونکہ وہ شبہہ میں ڈال دینے والی چیزیں دے کر بھیجا جائے گا (جادو وغیرہ کی زبردست قوت اُس کے ساتھ ہوگی)۔

۞ جس کا اُس سے سامنا ہو جائے تو سورہ کہف کی ابتدائی آیات پڑھے یہ آیات اس کے فتنہ سے تمہاری پناہ ہوں گی (مسلم باب ذکر الدجال ص ۴۰۱ ج ۲)

اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا وَاَعِذْنَا مِنْ شَرِّہٖ . آمِیْنْ .

۞ مدینہ شریف سے ہو کر جب یہ ارض فلسطین امریکہ کی ذیلی ریاست اسرائیل میں پہنچے گا تو نزول عیسیٰ علیہ السلام ہو چکا ہوگا وہ اُس کے پیچھے دمشق سے روانہ ہوں گے اُسے موجودہ اسرائیل کے مقام "لُدْ" کے باہر قتل کردیں گے حَتّٰی یُدْرِکَہٗ بِبَابِ لُدٍّ فَیَقْتُلُہٗ . (مسلم شریف ص ۴۰۱ ج ۲)

۞ دجال اُلوہیت کا مدعی ہوگا (مسلم شریف ص ۴۰۲ ج ۲)

۞ اس کے اولاد نہ ہوگی یہ لاولد ہی مارا جائے گا عَقِیْمٌ لَا یُوْلَدُ لَہٗ (مسلم شریف ۳۹۸ ج ۲) لفظ عقیم سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ناقص المادۃ ہوگا۔

۞ سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ مبارکہ میں پیداوار بہت بڑھ جائے گی، پھل بہت بڑے بڑے ہوں گے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے زمین کو حکم ہوگا کہ اپنا پھل اُگا اور اپنی برکت لوٹا۔

فَیَوْمَئِذٍ تَأْکُلُ الْعِصَابَۃُ مِنَ الرُّمَّانَۃِ وَیَسْتَظِلُّوْنَ بِقَحْفِھَا وَیُبٰرَکُ فِی الرِّسْلِ حَتّٰی اَنَّ اللَّقْحَۃَ مِنَ الْاِبِلِ لَتَکْفِی الْفِئَامَ مِنَ النَّاسِ وَاللَّقْحَۃَ مِنَ الْبَقَرَۃِ لَتَکْفِی الْقَبِیْلَۃَ مِنَ النَّاسِ وَاللَّقْحَۃَ مِنَ الْغَنَمِ لَتَکْفِی الْفَخْذَ مِنَ النَّاسِ (مسلم شریف ص ۴۰۲ ج ۲)

اُس وقت یہ حال ہو جائے گا کہ ایک انار کا پھل لوگوں کی ایک جماعت کھائی گی اُس کے چھلکے کا سایہ کرلیا کریں گے اور دُودھ میں برکت دے دی جائے گی حتی کہ تازہ بیائی اُونٹنی کا دُودھ کثیر تعداد لوگوں کو کافی ہو جایا کرے گا اور تازہ بیاہی گائے کا دودھ لوگوں کے ایک قبیلہ کو کافی ہوا کرے گا اور تازہ بیائی بکری کا دودھ لوگوں کے ایک کنبہ کو کافی ہو جایا کرے گا۔

۞ وَیُھْلِکُ اللّٰہُ فِیْ زَمَانِہِ الْمِلَلَ کُلَّھَا اِلَّا الْاِسْلَامَ .(ابو داؤد خروج الدجال) اور اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں سب مذاہب ختم کردیں گے سوائے اسلام کے، یعنی یہ سب کچھ خود بخود بسہولت ہوتا چلا جائے گا، کوئی رُکاوٹ پیش نہ آئے گی۔

✪ بلاشبہہ سب کچھ حق تعالیٰ کے امر ہی سے ہوتا ہے لیکن کیا اس قدر زیادہ اور بڑی پیداوار کے ظاہری اور مادی اسباب بھی ہوں گے یا نہیں؟ اِس کے بارے میں کبھی کبھی خیال آتا ہے لیکن کسی نتیجہ پر نہیں پہنچ سکا ہوں۔ خیال یہ آتا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ ایٹمی اسلحہ استعمال میں آئے جس سے زمین کی صلاحیت ایک عرصہ تک مفقود ہوجائے اور پھر اِس کی تاثیرات کسی اور سبب سے یا عرصہ گزر جانے سے بامر اللہ منقلب ہوکر مفید ہوجائیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ وہ ہمیں ہر ابتلاء سے اپنی پناہ میں رکھے اپنے دینِ متین کی بیش از بیش خدمت لے لے، ہمارے اوقات میں برکت دے، ہمیں اپنی رضا و فضل سے دارین میں نوازے اور ہمیں اُن کے ساتھ محشور فرمائے جن پر اُس نے انعام فرمایا۔ **وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین. وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیّدنا ومولانا محمد والہ واصحابہ اجمعین .**

حامد میاں غفرلہٗ

پنجشنبہ ۱۹؍جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ/ ۲۶؍مارچ ۱۹۸۱ء

جامعہ مدنیہ لاہور

✪ ✪ ✪

بقیہ : درسِ حدیث

انسانوں سے زیادہ ہی تعداد بنتی ہے نیز اور مخلوقات ہیں عالم میں اُن سب کے لیے جناب رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہدایات ملتی ہیں اور ان میں رحمت کا شفقت کا پہلو غالب ہے، تو سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے توجہ دلائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بندوں کے ساتھ بہت زیادہ ہے لیکن انسان اِس کو نہیں جانتا اور اِس کی قدر نہیں کرتا، تو ایک مسلمان کو اس کی معرفت حاصل ہونی چاہیئے اور یہ بھی بتایا کہ سب کے ساتھ رحمت کا سلوک کرو شفقت کا سلوک کرو۔ تو پوری مخلوق جو ہے اللہ کی اُس سب کے ساتھ آپ نے بتلایا کہ وہ سلوک کرو کہ جس میں کسی کو اذیت نہ پہنچے اور جتنی راحت پہنچ سکتی ہے وہ اپنے وجود سے پہنچاتے رہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو آخرت میں آپ کا ساتھ نصیب فرمائے۔ آمین۔ اختتامی دعا..............

✪ ✪ ✪

قسط : ۲

دلالی اور آڑھت کے احکام

﴿ حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب ﴾

جائیداد کی خرید وفروخت کے چند اہم مسائل :

(۱) پلاٹ کی فائل کی خرید وفروخت :

کوئی کمپنی یا سوسائٹی ایک رقبہ خرید کر اُس میں رہائشی سکیم تجویز کرتی ہے اور چھوٹے پلاٹ میں تقسیم کر کے فروخت کرتی ہے مثلاً ایک ہزار کنال کا رقبہ ہو تو اُس کو ایک ایک کنال کے ہزار پلاٹ تجویز کیے جاتے ہیں۔ پھر کبھی تو پلاٹوں کی تعین کر کے اُن کو فروخت کیا جاتا ہے اور کبھی تعیین سے پہلے ہی اُن کو فروخت کر دیا جاتا ہے پھر بعد میں مثلاً قرعہ اندازی سے تعیین کر دی جاتی ہے۔

پلاٹ کی تعیین کیے بغیر اس کو فروخت کرنا جائز ہے کیونکہ یہ کل رقبہ کے ہزارویں حصہ کی فروخت ہے جو کہ جائز ہے۔

بیع حصة شائعة معلومة كالنصف والثلث والعشر من عقار مملوك قبل الافراز صحيح (مادہ ۲۱۴ مجلہ)

کمپنی یا سوسائٹی پلاٹ کے خریدار کو ثبوت کے طور پر بیعانہ یا کچھ اور دستاویزات دیتی ہے جس کو عرف عام میں ''فائل'' کہا جاتا ہے۔

خریدار کمپنی کے ساتھ یا دیگر خریداروں کے ساتھ اِس بڑے رقبہ میں شریک ہو جاتا ہے پلاٹوں کی تعیین اور الاٹمنٹ ہو جائے تو خریدار کا پلاٹ متعین ہو جاتا ہے اور وہ بلا اشکال اِس کو آگے فروخت کر سکتا ہے لیکن اگر ابھی الاٹمنٹ اور تعیین نہ ہوئی ہو تب بھی خریدار کے لیے اپنا حصہ یا دوسرے لفظوں میں اپنی فائل فروخت کرنا جائز ہے۔

يصح بيع الحصة المعلومة الشائعة بدون اذن الشريك (مادہ ۲۱۵ مجلہ)

اگر یہ خیال ہو کہ پلاٹ پر ابھی قبضہ نہیں ہوا پھر اُس کی فروخت کیسے صحیح ہوئی ؟ تو اِس کا جواب یہ ہے منقولہ اشیاء کے برعکس غیر منقولہ جائیداد جبکہ وہ دریا کے کنارے نہ ہو کہ جہاں اِس کے دریا برد ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے آگے فروخت کرنے کے لیے قبضہ کرنا ضروری نہیں۔

للمشتری ان یبیع المبیع الآخر قبل قبضه ان کان عقارا (ماده ۲۵۳مجله) واشار بقوله للمشتری ان یبیع الخ الی ان بیعه جائز لکن لایلزم من جواز البیع نفاذه ولزومه فانهما موقوفان علی نقد الثمن او رضی البائع والا فللبائع ابطال بیع المشتری (شرح مجله خالد اتاشی ص ۱۷۳)

(۲) قیمت کی ادائیگی سے پہلے جائیداد آگے فروخت کرنا :

آدمی مثلاً چھ مہینے کے اُدھار یعنی قیمت کی ادائیگی کی مہلت پر ایک زمین خریدتا ہے اور بیعانہ ادا کردیتا ہے۔ پھر اِسی مہلت کے عرصہ میں اِسی زمین کو آگے فروخت کردیتا ہے کبھی نقد اور کبھی کم مدت کے اُدھار پر اور حاصل شدہ رقم سے قیمت ادا کرتا ہے اور نفع بھی بچاتا ہے، یہ صورت جائز ہے۔

بیعانہ کا حکم :

کوئی زمین اُدھار خریدی اور خریدار نے بیعانہ یا ٹوکن کے طور پر کچھ قیمت کا کچھ حصہ سودے کے وقت ادا کیا تو جائز ہے۔لیکن یہ شرط کرنا کہ اگر خریدار نے باقی قیمت کی بروقت ادائیگی نہ کی یا وہ ادائیگی کرنے سے انکار کردے تو اِس کا بیعانہ بائع ضبط کرلے گا اور اگر بائع فروخت پر قائم رہنے سے انکار کردے تو وہ دیے ہوئے بیعانہ کا دُگنا واپس کرے گا تو یہ جائز نہیں۔

بیعانہ کی ضبطی کے ناجائز ہونے کی دلیل یہ ہے :

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰی عَنْ بَيْعِ الْعُرْبَانِ (مؤطا امام مالك)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عربان (یا عربون) کی فروخت سے منع فرمایا۔

جس کی صورت یہ ہے کہ زید بکر سے کوئی سودا مثلاً ایک ہزار روپے میں خریدے اور بکر کو ایک سو روپے دے کر کہے کہ یہ رکھ لو۔اگر میں نے سودا نہ لیا بلکہ واپس کیا تو یہ سو روپے تمہارے ہیں تم اِن کو ضبط کرسکتے ہو۔

دُگنا بیعانہ واپس کرنے کے ناجائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ مالی جرمانہ ہے جو جائز نہیں۔علاوہ ازیں یہ ظاہری صورت میں سود ہے۔

گروی پر مکان لینا دینا :

آج کل یہ طریقہ خوب رائج ہے کہ جو شخص اپنا مکان کرائے پر دینا چاہتا ہے وہ بجائے کرائے پر دینے کے کرایہ دار سے ایک بڑی رقم مثلاً پانچ لاکھ روپے یکمشت لے لیتا ہے اور اُس کو رہائش کے لیے اپنا مکان دے دیتا ہے کہ جب کرایہ دار مکان خالی کر کے واپس کرے یا مالک مکان واپس لے تو مالک مکان لی ہوئی رقم واپس کردے گا یہ گروی پر مکان لینا دینا کہلاتا ہے۔

یہ طریقہ مالک مکان اور کرایہ دار دونوں ہی کے لیے پُرکشش ہے۔ کرایہ دار سمجھتا ہے کہ اُس کو کچھ دینا نہیں پڑا اور اُس نے جو رقم دی وہ اُسے پوری واپس مل گئی جبکہ مالک مکان کو اگر کاروبار میں سرمایہ کی ضرورت ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ اِسے اِس طرح مطلوبہ سرمایہ مل گیا، اور اگر اُسے سرمایہ کی ضرورت نہ ہو تو وہ یہ سوچتا ہے کہ وہ یہ رقم بینک میں جمع کرا دے گا جہاں سے اُس کو کم از کم رائج کرایہ کے بقدر ''باعزت طریقے'' سے نفع ملتا رہے گا اور اُس کو کرایہ وصول کرنے کے لیے ہر مہینے کرایہ دار کے پیچھے بھاگنا نہ پڑے گا۔

اگر ہم اِس معاملہ کی حقیقت کو دیکھیں تو یہ سود کی صورت ہے کیونکہ مالک مکان نے جو یکمشت رقم وصول کی ہے اُس کی حیثیت قرض کی ہے، اِس قرض کے مقابلہ میں وہ قرض خواہ کو اپنا مکان مفت رہائش کے لیے دیتا ہے جبکہ قرض پر جو نفع حاصل کیا جائے وہ ''سود'' ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے :

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَةً فَهُوَ رِبًا (کنز العمال)

''حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر وہ قرض جو نفع دے وہ سود ہے''۔

بعض لوگ قرض کے مقابلہ میں مفت رہائش نہیں لیتے بلکہ کچھ تھوڑا سا کرایہ طے کر لیتے ہیں مثلاً اگر مکان کا واجبی کرایہ دو ہزار روپے ماہانہ ہو تو وہ دو سو روپے ماہانہ بھی ساتھ میں طے کر لیتے ہیں۔ لیکن اس سے مسئلہ میں کچھ فرق نہیں پڑتا کیونکہ قرض خواہ کو اب بھی اٹھارہ سو روپے ماہانہ کا فائدہ ہو رہا ہے اور چونکہ یہ قرض کی وجہ سے ہے اِس لیے سود ہے۔

گروی پر مکان لینے والے پر لازم ہوتا ہے کہ وہ مالک مکان کو رہائش کی مدت کا واجبی مروجہ یعنی عام

ریٹ کے مطابق کرایہ ادا کرے، لیکن گروی کی حیثیت ختم ہو کر اجارہ فاسد کی حیثیت بن جاتی ہے۔

لو استقرض دراھم وسلم حمارہ الی المقرض یستعملہ الی شھرین حتی یوفیہ دینہ او دارہ لیسکنھا فھو بمنزلۃ الاجارۃ الفاسدۃ ان استعملہ فعلیہ اجر مثلہ ولا یکون رھنا (رد المحتار ص ۳۴۳ ج ۵)

فقہ کی کتابوں میں یہ قول بھی منقول ہے کہ گروی لینے والا مالک کی اجازت سے گروی کا استعمال کر سکتا ہے لیکن موجودہ دور میں اِس قول کا اعتبار نہیں کیونکہ جو بے لوث اور ہمدردانہ اجازت پہلے کسی دور میں مقصور ہو سکتی تھی وہ اب بالکل مفقود ہے بلکہ اب تو قرض خواہ پہلے ہی سے نفع اُٹھانے کی شرط رکھتا ہے، اِسی لیے عدم جواز کا قول ہی معتبر ہے۔

لا الا نتفاع بہ مطلقا لا باستخدام ولا سکنی ولا لبس ولا اجارۃ ولا اعارۃ سواء کان من مرتھن او راھن الا باذن کل للآخر وقیل لا یحل للمرتھن لانہ ربا وقیل ان شرطہ کان ربا والا لا (درمختار ص ۳۴۲ ج ۵)

قلت والغالب من احوال الناس انھم انما یریدون عندالدفع الانتفاع ولو لاہ لما اعطاہ الدراھم وھذا بمنزلۃ الشرط لان المعروف کالمشروط وھو ممایعین المنع (ردالمحتار ص ۳۴۳ ج ۵)

پگڑی پر دُکان لینا دینا :

اِس کی صورت جو آج کل رائج ہے یہ ہے کہ مالک دُکان کرایہ دار سے ایک بڑی رقم مثلاً پانچ لاکھ لیتا ہے اور نسبتاً کچھ کم کرایہ مقرر کرتا ہے، پانچ لاکھ کی رقم قرض نہیں ہوتی کہ کرایہ دار کے چھوڑنے پر مالک ہی کو وہ واپس کرنی پڑے بلکہ اِس بات کے عوض میں ہوتی ہے کہ کرایہ دار کو اِس دُکان میں ایک پختہ حق حاصل ہو گیا ہے کرایہ دار وہ دُکان آگے کسی اور کو موجودہ وقت کے حساب سے پگڑی پر دے سکتا ہے جس کا پندرہ بیس فیصد حصہ مالک دکان کو ملے گا۔ اگر دُکان کا مالک دُکان خالی کروانا چاہے تو وہ بھی موجودہ ریٹ کے حساب سے رقم دینے کا پابند ہوگا۔

یہ طریقہ رشوت کا ہے اور ناجائز و حرام ہے۔ اس کے متبادل دو جائز صورتیں ہیں :

(۱) مالک دکان مروجہ کرائے پر دُکان دے اور کرایہ کا معاملہ مثلاً پانچ سال کے لیے طے کرلے۔ اگر کرایہ دس ہزار ماہانہ ہو تو وہ پانچ سال کا آدھا کرایہ شروع میں وصول کرلے جو کہ تین لاکھ روپیہ بنتا ہے۔ پھر ہر مہینے آدھا کرایہ یعنی پانچ ہزار ماہانہ لیتا رہے۔ پانچ سال کے بعد چاہے تو معاملہ کی تجدید کرلے اور دوبارہ نصف کرایہ یک مشت لے لے۔

(۲) مالک دُکان اپنی آدھی دُکان کرایہ دار کے ہاتھ فروخت کردے اور آدھی دُکان کرایہ پر دے دے۔ اِس صورت میں یک مشت رقم مالک کو صرف پہلی دفعہ اپنی آدھی دُکان فروخت کرنے پر ملے گی، آئندہ نہیں ملے گی۔ اگر کرایہ دار اپنا نصف حصہ کسی دوسرے کو فروخت کرے تو مالک دُکان کو شریک ہونے کی وجہ سے شفعہ کے حق کی بنیاد پر اُسے لینے کا حق حاصل ہوگا۔ اپنے شریک کو کرائے پر دینے کے جواز کا حوالہ یہ ہے :

وتفسد الاجارة ایضا بالشیوع بان یوجر نصیبا من داره او نصیبه من دار مشترکة من غیر شریکه او من احد شریکیه ....الا اذا آجر کل نصیبه أوبعضه من شریکه فیجوز وجوزاه بکل حال (درمختار ص ۳۳ ج۵)

کرایہ پر دیتے ہوئے ایڈوانس لینا :

اب یہ رواج بھی چل پڑا ہے کہ مالک اپنی دکان کسی کو کرایہ پر دیتا ہے، کرایہ عام ریٹ کے مطابق ہوتا ہے لیکن مالک کرایہ دار سے ایک بڑی رقم یک مشت ایڈوانس کے نام سے لیتا ہے۔ کسی وقت میں یہ رقم سیکورٹی یا گروی کے طور پر لی جاتی ہوگی لیکن اب یہ قرض کے طور پر لی جاتی ہے۔ اگر سیکورٹی کے طور پر لی جائے تو یہ مالک کے پاس امانت ہوگی اور اُس کو اختیار نہیں ہوگا کہ وہ اِس کو اپنے استعمال میں لاسکے۔ اور اگر وہ قرض کے طور پر ہو تو کرایہ کے معاملہ میں قرض کا مطالبہ کرنا ایک فاسد معاملہ ہے جو خود کرایہ کے معاملہ کو فاسد کردیتا ہے، لٰہذا ایڈوانس کے طور پر رقم لینے کے رواج کو ختم کرنا چاہیے اور اگر لیں تو اِس کو امانت سمجھیں اور اِس کو اپنے استعمال میں نہ لائیں۔

اگر کسی کو یک مشت رقم کی ضرورت ہو تو اِس کی یہ تدبیر کی جاسکتی ہے کہ کرایہ کا معاملہ مثلاً پانچ سال کے لیے کیا جائے۔ کرایہ اگر چار ہزار روپے ماہانہ ہو تو پانچ سال کا آدھا کرایہ جو ایک لاکھ بیس ہزار بنتا ہے پہلے لے لیں اور آدھا کرایہ یعنی دو ہزار روپے ماہانہ لیتے رہیں۔

اگر کسی کو کرایہ پر دُکان لینی ہو اور ایڈوانس کے رائج طریقے کے بغیر نہ ملتا ہو تو کرایہ کا معاملہ کرتے ہوئے ایڈوانس کا ذکر نہ کیا جائے بلکہ مجبوری کی وجہ سے اِس کو یا پہلے طے کر لیا جائے یا پھر کرایہ کا معاملہ طے ہوجانے کے بعد ذکر کیا جائے۔

ومحل الفساد ایضا فیما اذا کان الشرط مقارنا للعقد ای مذکورا فی صلبه فلو الحق الشرط الفاسد بالعقد قیل یلتحق عندالامام رضی اللّٰہ عنه وقیل لا وهو الصحیح . وقال الفاضل ابن عابدین فی ردالمحتار واشارای صاحب التنویر بقوله ولا بیع بشرط الی انه لابد من کونه مقارنا للعقد لان الشرط الفاسد لوالتحق بعد العقد قیل یلتحق عند ابی حنفیة وقیل لاوهو الاصح.....ثم نقل عن جامع الفصولین ایضا انه لو ذکر البیع بلاشرط ثم ذکر الشرط علی وجه العدة جاز البیع ولزم الوفاء بالوعد اذ ا لمواعید قد تکون لازمة فیجعل لازما لحاجة الناس اھ ویظهر لی انه منی وقع الشرط بعد العقد لایکون الا علی وجه العدة وحکمه انه یجب الوفاء به ....وانت علی علم بان کلمتهم قد اتفقت ان الشرط انما یکون مفسدا للعقد اذا کان مقارنا له ولهٰذا قالوا انه لو با ع مطلقا ثم اجل الثمن الی اجل مجهول کالدیاس والقطاف صح التاجیل ولا یفسد البیع مع انه فی حکم الشرط الفاسد کمافی ردالمحتار .

بقی ما اذا ذکر الشرط قبل العقد ثم عقد خالیا عن الشرط وقد ذکره فی الثامن عشر من جامع الفصولین حیث قال شرطا شرطا فاسدا قبل العقد ثم عقدا لم یبطل العقد ویبطل لو تقارن . (شرح المجله ص ۶۱ ج۲)

رہائش کی شرط :

زید بکر سے اُس کا مکان چھ مہینے کے اُدھار پر خریدتا ہے اور یہ طے پاتا ہے کہ زید جب بکر کو اِس کی پوری رقم ادا کردے گا اُس وقت بکر مکان خالی کر کے زید کے سپرد کرے گا اور اس سے پہلے وہ اِسی مکان میں

رہتا رہے گا۔

سودے میں ایسی شرط رکھنا جس میں ایک فریق کا فائدہ ہو فاسد ہے اور اس سے سودا بھی فاسد ہو جاتا ہے، چونکہ رہائش کی شرط میں بائع کا فائدہ ہے اس لیے یہ شرط فاسد ہے۔ سودے کے فساد سے بچنے کے لیے مندرجہ ذیل صورتیں اختیار کی جاسکتی ہیں :

(۱) رہائش کی بات یا تو سودے سے پہلے کر لی جائے یا سودے کی بات مکمل ہونے کے بعد کی جائے۔

(۲) بکر اپنا مکان فروخت کرنے کے بعد زید سے اِسے چھ مہینے کے لیے کرائے پر لے لے۔

(۳) فی الحال خرید وفروخت کا وعدہ کر لیں، پھر چھ مہینے میں جب قیمت فراہم ہو جائے تو مکان کا سودا کر لیں۔

ضروری وضاحت

گذشتہ ماہ ''روزنامہ نوائے وقت'' میں ہندوستان کے ایک جریدہ ''راشٹر یہ سہارا'' کے حوالے سے دارالعلوم دیو بند کے مہتمم حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب کے متعلق یہ خبر شائع کی گئی کہ انہوں نے بانیٔ پاکستان قائداعظم کو کافر کہا ہے اور پھر اس پر ایڈیٹر اور جاوید اقبال صاحب نے دارالعلوم اور اکابر دارالعلوم سے دلی بغض وحسد کا خوب خوب مظاہرہ کیا۔ افسوس کا مقام ہے کہ نوائے وقت کے ایڈیٹر کو راشٹر یہ سہارا کی یہ جھوٹی خبر تو نظر آ گئی اور انھوں نے اِس کو انتشار پھیلانے کے لیے بغیر کسی تحقیق کے شائع کر دیا۔ لیکن انھیں ہندوستان کے دیگر جرائد میں شائع ہونے والی اِس خبر کی تردید نظر نہیں آئی جسے شائع کر کے حق گوئی کا ثبوت دیتے۔ ہم ماہنامہ دارالعلوم میں شائع ہونے والی اس خبر کی تردید اور مذمت نذرِ قارئین کر رہے ہیں تاکہ وہ مہتمم دارالعلوم کے بارے میں کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں۔ (ادارہ)

دارالعلوم دیو بند کے خلاف مذموم پروپیگنڈہ

''راشٹر یہ سہارا'' نے دارالعلوم دیو بند کے مہتمم اور سربراہ حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن اطال اللّٰہ بقائہ کے ایک بیان میں (جو مدارس اسلامیہ کے امن پسندانہ طرزِ عمل سے متعلق تھا) اپنی جانب سے ایک غیر متعلق اور نامناسب اضافہ کر کے جس انداز سے اس کا پروپیگنڈہ کیا، ہر حقیقت پسند اور سنجیدہ شخص ''راشٹر یہ سہارا'' کی اس ناروا حرکت کی مذمت کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

دارالعلوم دیو بند وہ عظیم تعلیمی وتربیتی ادارہ ہے جس نے اپنی وسیع تر خدمات کے ذریعہ ملک کی نیک نامی میں اضافہ کیا ہے، وطن عزیز کی آزادی کی جدوجہد سے لے کر ملک کے استحکام اور تعمیر وترقی کے سلسلے میں اس کی ایک روشن تاریخ ہے، سرزمین ہند میں امن وآشتی، باہمی رواداری اور احترام انسانیت کے جذبات کو فروغ دینے میں اس اسلامی درسگاہ نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ راشٹر یہ سہارا اپنے بعض ذہنی تحفظات کی بناء پر دارالعلوم کی اس روشن تاریخ کو غالباً برداشت نہیں کر پا رہا ہے، اس لیے اس نے آج کی صحافیانہ چابک دستی کو بروئے کار لاتے

ہوئے ایک افسانہ گھڑ کر دارالعلوم دیوبند کے نیک نفس، متواضع اور شرافت کے پیکر مہتمم کی جانب منسوب کر دیا۔ جاننے والے جانتے ہیں کہ اس طرح کا بیان ان کے مزاج کے بالکل خلاف ہے اور دارالعلوم دیوبند کے اس طویل دور اہتمام میں اس کی ایک مثال بھی پیش نہیں کی جاسکتی۔ مہتمم صاحب کا یہ بیان اسی تاریخ میں ملک کے دیگر اُردو ہندی اخباروں میں بھی شائع ہوا تھا مگر کسی میں یہ جملہ نہیں ہے کہ ''مسٹر جناح تو ہماری نظر میں مسلمان ہی نہیں تھے'' شرارت پر مبنی اِس بیان کے راشٹر یہ سہارا میں چھپتے ہی اِس کی تردید اخباروں میں بھیج دی گئی تھی جسے اکثر اخباروں نے شائع کر دیا مگر راشٹر یہ سہارا نے باوجود بار بار اصرار کے اسے شائع نہیں کیا۔

تنگ نظر افراد اور جماعتوں کا یہ ہمیشہ سے طریقہ رہا ہے وہ اپنی تنگ نظری کو مسلمانوں، ان کے تعلیمی اداروں اور خود ان کے مذہب کے سر منڈھ کر ان کے خلاف پروپیگنڈہ شروع کر دیتے ہیں، یہی رویہ راشٹر یہ سہارا نے دارالعلوم دیوبند کے بارے میں اختیار کیا ہے۔ اور اس نے اپنے اس من گھڑت پروپیگنڈہ کے ذریعہ نہ صرف دارالعلوم دیوبند کی تاریخ کو داغدار بنانے کی ناکام کوشش کی ہے بلکہ خود مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنے کی ناروا سعی کی ہے، راشٹر یہ سہارا کے اس پرفریب پروپیگنڈے سے انشاء اللہ دارالعلوم دیوبند کی عظمتوں پر کوئی حرف نہیں آئے گا، البتہ خود راشٹر یہ سہارا کا اصل چہرہ لوگوں کے سامنے آگیا ہے۔

آج کل اسلام مخالف طاقتیں جس طرح اسلامی اداروں کو نشانہ بنائے ہوئے ہیں، ان کا تقاضا ہے کہ فرزندانِ اسلام پوری طرح ہوشیار اور چوکنا رہیں اور کسی بھی اسلامی درسگاہ کے خلاف اخباروں میں شائع خبروں پر ردِ عمل ظاہر کرنے سے پہلے اُس کی پوری تحقیق کر لیا کریں ورنہ خود اپنے ہی ہاتھوں ہمیں نقصان پہنچ سکتا ہے۔

ہواؤں کا رُخ بتا رہا ہے ضرور طوفان آرہا ہے
نگاہ رکھنا سفینہ والو اُٹھی ہیں موجیں کدھر سے پہلے

(بحوالہ ''ماہنامہ دارالعلوم'' ستمبر ۲۰۰۵ء دیوبند، انڈیا)

انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

پاکستان میں گزشتہ ماہ زلزلہ کی تباہ کاریوں کے نتیجہ میں مظفرآباد اور باغ کے علاقہ میں حضرت مولانا سیّد مفتی محمود صاحب مدظلہم کے دونوں مدرسے تقریباً مکمل طور پر تباہ ہوگئے کچھ طلباء اور طالبات بھی شہید ہوئے۔ مولانا اور اُن کے افراد خانہ معجزانہ طور پر بال بال بچ گئے، اس عظیم حادثہ پر اہلِ ادارہ جہاں مولانا کے دُکھ میں برابر کے شریک ہیں وہاں مولانا اور اُن کے اہل خانہ کے بچ رہنے پر بارگاہ رب العزت میں شکر گزاری کے ساتھ ساتھ دعاء گو بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ آئندہ کے لیے ہر قسم کے شرور وفتن سے محفوظ فرمائے۔

جامعہ مدنیہ جدید کے ناظم جناب مولانا یعقوب صاحب کا گاؤں بھی آزاد کشمیر میں تقریباً مکمل طور پر تباہ ہوگیا ہے، اِن کی برادری کے بیس کے قریب افراد اِس موقع پر شہید ہوگئے۔ اِس کے علاوہ جامعہ مدنیہ جدید کے پڑھنے والے اُن علاقوں کے اَن گنت طلباء نامعلوم کس حال میں ہوں گے جن سے کوئی رابطہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ سب ہی کے شہید ہونے والے عزیز واقارب کی مغفرت فرمائے اور اُن کو پیش آنے والے جانی نقصانات کی تلافی بھی فرمائے، آمین۔

جامعہ مدنیہ کے قدیم فاضل مولانا میاں عبدالرحمٰن صاحب خطیب تلوار والی مسجد انارکلی لاہور بھی اِس موقع پر زلزلہ کی تباہ کاریوں سے بری طرح متاثر ہوئے ہیں۔ بالاکوٹ میں اُن کے خاندان کے سوا سو کے قریب افراد لقمۂ اجل بن گئے اور تقریباً اتنے ہی ہسپتالوں میں زیر علاج ہیں، مکانات کی تباہی اِس کے سوا ہے۔ خوش قسمتی سے ان کے اہلِ خانہ لاہور میں ہونے کی وجہ سے محفوظ رہے۔

خطیبِ اسلام حضرت مولانا اجمل خان صاحب رحمہ اللہ کے بڑے بھائی مولانا شمس الاسلام صاحب گزشتہ ماہ طویل علالت کے بعد ہری پور میں وفات پاگئے۔ مرحوم بہت نیک سیرت اور اہل علاقہ کے لیے دینی

راہنما کی حیثیت رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے، اہلِ ادارہ اُن کے پسماندگان بالخصوص اُن کے بھتیجے مولانا محمد امجد خان صاحب سے تعزیت مسنونہ پیش کرتے ہیں۔

جامعہ مدنیہ جدید کے قدیم خادم قاری غلام سرور صاحب کے بہنوئی گزشتہ ماہ طویل عرصہ علیل رہ کر وفات پا گئے۔

جامعہ مدنیہ جدید کے پرانے طالب علم اختر محمد بلوچستانی کے والد صاحب بھی طویل علالت کے بعد وفات پا گئے۔

جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہ حامدیہ میں جملہ مرحومین کے لیے ایصالِ ثواب اور دُعائے مغفرت کرائی گئی، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

اسلامی رشتے کے چند خاص حقوق

عن أبی هريرةؓ قال :قال رسول الله ﷺ حق المسلم خمس رد السلام، وعيادة المريض، واتباع الجنائز ، واجابة الدعوة ، وتشميت العاطس (رواه البخاری ۱/۱۶۶ حديث ۱۲۲۶، ومسلم ۲/۲۱۳)

حضرت ابوہریرہ رضی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : ایک مسلم کے دوسرے مسلم پر پانچ حق ہیں : سلام کا جواب دینا، بیمار کی عیادت کرنا، جنازے کے ساتھ جانا، دعوت قبول کرنا اور چھینک آنے پر " يَرْحَمُكَ اللّٰهُ " کہہ کے اُس کے لیے دُعائے رحمت کرنا۔

حج نہ کرنے یا حج میں تاخیر کے حیلے بہانے

﴿ حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب ﴾

بہت سے لوگوں پر حج فرض ہو چکا ہوتا ہے لیکن وہ حج ادا کرنے میں بہت غفلت اور لاپرواہی کا مظاہرہ کرتے ہیں اور اِس بارے میں بے شمار حیلے بہانے اور مختلف تاویلیں پیش کر کے جان بچانے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ یہ تاویلیں اور بہانے اللہ کی پکڑ اور آخرت کی رُسوائی سے نہیں بچا سکتے۔ خوب اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ جب کسی شخص کو اتنی استطاعت حاصل ہو جائے کہ وہ حج کر سکے تو اُس پر فوراً حج فرض ہو جاتا ہے جس کے بعد بلا شرعی معقول عذر کے تاخیر یا ٹال مٹول کرنے سے انسان گناہ گار ہوتا ہے، اور خدانخواستہ حج کرنے سے پہلے ہی فوت ہو گیا تو پھر بہت وبال کا اندیشہ ہے۔ حج فرض ہو جانے کے بعد حج کرنے سے پہلے فوت ہو جانے پر احادیث میں بڑی سخت وعیدیں آئی ہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ کسی انسان کو معلوم نہیں کہ وہ کتنے عرصہ زندہ رہ سکے گا اور آئندہ اُس کو حج کرنا نصیب بھی ہو سکے گا یا نہیں بلکہ آئندہ مال بھی ہوگا یا نہیں، لہٰذا حج فرض ہونے کے بعد جتنی جلدی ممکن ہو یہ فریضہ ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَرَادَ الْحَجَّ فَلْیَتَعَجَّلْ. (ابو داؤد)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو حج کا ارادہ کرے اُس کو جلدی کرنا چاہئے۔ (ابوداؤد)

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَعَجَّلُوْا اِلَی الْحَجِّ یَعْنِی الْفَرِیْضَۃَ فَاِنَّ اَحَدَکُمْ لَا یَدْرِیْ مَایَعْرِضُ لَہٗ. (رواہ ابوالقاسم الاصبھانی، الترغیب والترھیب ج ۲ ص ۱۰۹. کنزالعمال ج۵ ص ۲۴)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فرض حج میں جلدی کرو، نہ معلوم کیا بات پیش آجائے۔ (ترغیب وترھیب، کنزالعمال)

فائدہ : ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ حج میں جلدی کرو کسی کو بعد کی کیا خبر ہے کہ کوئی مرض پیش

آ جائے یا کوئی اور ضرورت درمیان میں لاحق ہو جائے (کنز العمال ص ۲۴) ایک اور حدیث میں ہے کہ حج نکاح سے مقدم ہے (کنز العمال) ایک حدیث میں ہے کہ جس کو حج کرنا ہے جلدی کرنا چاہئے کبھی آدمی بیمار ہو جاتا ہے، کبھی سواری کا انتظام نہیں رہتا، کبھی اور کوئی ضرورت لاحق ہو جاتی ہے (کنز العمال) ایک حدیث میں ہے کہ حج کرنے میں جلدی کرو نہ معلوم کیا عذر پیش آ جائے (کنز العمال)

ان احادیث کی بناء پر ائمہ میں سے ایک بڑی جماعت کی تحقیق یہ ہے کہ جب کسی شخص پر حج فرض ہو جائے تو اُس کو فوراً ادا کرنا واجب ہے تاخیر کرنے سے گنہگار ہوتا ہے۔ (فضائل حج ملخص)

کیا حج بڑھاپے میں کرنے کا کام ہے ؟

بہت سے حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ حج بڑھاپے کی عمر میں کرنے کا کام ہے لہٰذا جوانی میں یا جب تک عمر کا ایک بڑا حصہ نہ گزر جائے اُس وقت تک حج کرنے کی ضرورت نہیں، حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ حج کا عمر کے کسی خاص حصہ سے تعلق نہیں ہے بلکہ اِس کا تعلق حج کی استطاعت اور قدرت سے ہے، بالغ ہونے کے بعد سے جب بھی کسی کو استطاعت حاصل ہو جائے یہ فریضہ ذمہ میں لازم ہو جاتا ہے، جس طرح نماز اور روزہ بالغ ہوتے ہی انسان کے ذمے فرض ہو جاتے ہیں، اور اگر انسان زکٰوۃ کے نصاب کا مالک ہو تو زکٰوۃ بھی فرض ہو جاتی ہے، اسی طرح بالغ ہونے کے بعد جب بھی حج کی استطاعت ہو تو حج کا فریضہ عائد ہو جاتا ہے۔

اور غور کیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ حج کا اصل مزہ جوانی ہی میں ہے، ایک تو اِس وجہ سے کہ حج میں جسمانی محنت اور مشقت پیش آتی ہے بلکہ حج کے احکام اُسی وقت ذوق وشوق اور زندہ دِلی کے ساتھ ٹھیک ٹھیک طریقہ پر انجام دیئے جا سکتے ہیں جبکہ انسان اِس کا متحمل ہو اور انسانی قویٰ اور اعضاء مضبوط ہوں اور یہ بات عام طور پر جوانی میں ہی انسان کو حاصل ہوتی ہے نہ کہ بڑھاپے میں، اور بڑھاپے میں بھی اگرچہ انسان کسی نہ کسی طرح حج کر ہی لیتا ہے لیکن بہت سے کاموں کو ذوق وشوق کے ساتھ کرنے کی صرف حسرت ہی دل میں رہ جاتی ہے۔ دُوسرے اِس وجہ سے کہ حدیث شریف میں جوانی کی عبادت کو بہت اہمیت دی گئی ہے، اور جوانی کے زمانے کی عبادت پر بڑے فضائل اور خوشخبریاں سنائی گئی ہیں۔ تیسرے اِس وجہ سے کہ اگر اخلاص اور نیک نیتی کے ساتھ صحیح طریقہ پر حج کیا جائے تو تجربہ اور مشاہدہ یہ ہے کہ وہ انسان کے دل ودماغ میں ایک خاص انقلاب پیدا کرتا ہے جس سے انسان کے دل میں نرمی، اللہ تعالیٰ کے ساتھ خصوصی تعلق اور آخرت کی فکر پیدا ہوتی ہے جس کے نتیجہ میں

انسان کے لیے گناہوں، جرائم اور بدعنوانیوں سے بچنا آسان ہوجاتا ہے اور دل ودماغ کی اِس تبدیلی کی ضرورت بڑھاپے کی بہ نسبت جوانی میں زیادہ ہوتی ہے۔ایک تو اِس لیے کہ جوانی میں نفس وشیطان کا غلبہ اور گناہوں کے ارتکاب کی طاقت انسان مین زیادہ ہوتی ہے، مشہور ہے کہ جوانی دیوانی ہوتی ہے، اور بڑھاپے میں تو انسان کے اعضاء ویسے ہی جواب دے دیتے ہیں اور بہت سے گناہوں سے بچنا اُس کے لیے خود بخود آسان ہوجاتا ہے، قبر میں پیر لٹک جانے کے اور گناہوں سے پیٹ بھر لینے کے بعد تو ویسے بھی نیکیوں کی طرف توجہ ہونے لگتی ہے۔ ؎

در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری　　وقتِ پیری گرگِ ظالم می شود پرہیزگار

کہ بڑھاپے میں تو ظالم بھیڑیا بھی پرہیزگار بن جاتا ہے، پیغمبروں کا شیوہ یہ ہے کہ جوانی میں ظلم اور گناہ سے توبہ کی جائے۔ دُوسرے اس لیے اگر حج کی برکت سے جوانی میں ہی کسی کو ہدایت مل جائے تو پھر آنے والی زندگی میں خیر کی اُمید زیادہ ہوتی ہے اور بڑھاپے تک کے لمبے عرصہ کی زندگی کا رُخ اچھائی کی طرف مڑ جاتا ہے لہٰذا حج فرض ہو جانے کے بعد جوانی ہی میں بڑھاپے کا انتظار کیے بغیر جلد از جلد حج کا فریضہ سرانجام دینا چاہئیے۔

حج سے پہلے نماز روزہ کا بہانہ :

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ حج پر اُس وقت جانا چاہئے کہ جب پہلے سے نماز روزے کے پابند ہوجائیں اور وہ اسی خیال میں ایک عرصہ گزار دیتے ہیں، نہ انہیں نماز روزے کی پابندی کی سعادت حاصل ہوتی ہے اور نہ ہی حج کی۔ اِس بارے میں اُن لوگوں کو سمجھ لینا چاہیئے کہ اول تو آپ کو نماز روزے کی پابندی سے کس نے منع کیا ہے جو پابندی نہیں کرتے، کیا ابھی نماز روزہ فرض نہیں ہوا؟ اور اگر فرض ہو چکا ہے تو پھر کیا رُکاوٹ ہے؟ آج ہی سے اِس کی پابندی شروع کر دیجیے، پھر حج نہ کرنے کا کیا عذر ہوگا؟ دُوسرے حج علیحدہ سے فرض ہے اور نماز روزہ علیحدہ سے فرض ہیں، ایک کی وجہ سے دُوسرے کو چھوڑنا کہاں کی عقلمندی ہے؟ یہ تو ایسا ہی ہوا جیسا کہ ایک شخص کو پیاس بھی لگی ہوئی ہو اور بھوک بھی لگی ہو اور پانی اور کھانے ''دونوں چیزوں کا'' کا بندوبست بھی ہو لیکن وہ شخص نہ پانی پیتا ہے اور نہ ہی کھانا کھاتا ہے، جب اُس کو بھوک کا علاج بتایا جاتا ہے کہ کھانا کھاؤ تو وہ جواب میں کہے کہ پہلے پانی پی لیں پھر کھانا کھائیں گے لیکن پانی بھی نوش نہیں فرماتے، ظاہر ہے کہ ایسے شخص کو یہی کہا جائے گا کہ آپ کو پانی پینے سے کس نے منع کیا ہے؟ اور اگر آپ پانی نہیں پیتے تب بھی کھانے کی ضرورت اپنی جگہ ہے اور پانی کی ضرورت اپنی جگہ؟ بس اِسی مثال سے واضح ہو کہ اصل بات یہ ہے کہ حج کرنا نہیں چاہتے ورنہ تو حج کا فرض ہونا نہ تو نماز روزے

کی پابندی پر موقوف ہے اور نہ ہی نماز روزے کا آج سے پابند ہونا اختیار سے باہر ہے۔

حج کے بعد گناہ نہ ہوجانے کا بہانہ :

بعض لوگ حج فرض ہوتے ہی فوراً اس لیے حج پر نہیں جاتے کہ حج کے بعد پھر کوئی گناہ نہ ہوجائے لہٰذا پہلے ہر قسم کے گناہوں سے فارغ ہوجائیں اور پھر زندگی کے آخری دنوں میں حج کریں گے تاکہ بعد میں پھر کوئی گناہ نہ کریں۔ یاد رکھئے کہ یہ بھی نفس و شیطان کا سکھایا ہوا صرف ایک بہانہ ہے کیونکہ یہ معلوم نہیں کہ زندگی کے کتنے ایام باقی ہیں اور کب موت آجائے گی۔ اس کا تقاضا تو یہ ہے کہ انسان ہر وقت کو اپنی زندگی کے آخری ایام سمجھے، اور اگر خدانخواستہ زندگی کے آخری ایام کا انتظار کرتے کرتے موت آگئی تو پھر کیا ہوگا؟ پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ حج کر لینے کے بعد گناہ کرنے کا اختیار اور خواہش بالکل ختم نہیں ہوجاتی بلکہ وہ تو مرتے دم تک برقرار رہتی ہے اور حج کرنے کے بعد بھی گناہ سے بچنے کے لیے اپنے اختیار کو استعمال کرنا پڑتا ہے ورنہ کتنے لوگ ایسے ہیں کہ آخری عمر میں بھی حج کر کے گناہوں سے نہیں بچتے، تو جس طرح حج کے بعد اپنے آپ کو گناہ سے بچانے کے لیے اپنے ارادہ اور اختیار کو استعمال کرنا پڑتا ہے، وہ ارادہ اور اختیار تو اللہ تعالیٰ نے آج بھی دیا ہوا ہے اُس کو استعمال کیجئے اور آج ہی سے گناہوں کو چھوڑ دیجئے اور سچی و پکی توبہ کر کے حج کے لیے تشریف لے جایئے۔ اور اگر بالفرض آج گناہ نہیں چھوڑتے تب بھی اِس کے انتظار میں حج کو مؤخر نہ کیجئے، کیا معلوم کہ اللہ تعالیٰ حج کے فریضہ کی برکت سے گناہ چھوڑنے کی ہمت عطا فرمادیں، اور اگر بعد میں بھی گناہ نہیں چھوٹے تب بھی حج ادا کرنے سے کم از کم ایک بڑے گناہ (حج نہ کرنے) سے تو چھٹکارا ہو ہی جائے گا۔ یہ کہاں کی عقلمندی ہے کہ نہ دوسرے گناہ چھوڑیں اور اس سے بڑھ کر مزید گناہوں کا ذخیرہ جمع کرتے چلے جائیں۔

پہلے کچھ کھا کمالیں :

بعض لوگ حج کے بارے میں یہ بہانہ کرتے ہیں کہ یہ وقت کھانے کمانے کا ہے، پہلے کچھ کھا کمالیں پھر حج کریں گے۔ یہ بھی نفس و شیطان کو دھوکہ ہے، ایسے لوگ اصل میں یہ سمجھتے ہیں کہ حج سے پہلے کاروبار میں دھوکہ، فریب، جھوٹ، سود، رشوت، کم تولنا، کم ناپنا، نقلی کو اصلی بتا کر بیچنا سب چلتا ہے، حج سے آنے کے بعد اگر یہ گناہ کیے تو بڑی بدنامی ہوگی، لوگ کہیں گے حاجی صاحب ہو کر ایسا کام کرتے ہیں اس لیے وہ جوانی میں حج نہیں کرتے، اور جب بوڑھے ہوجائیں گے اور کسی قابل نہ رہیں گے تو حج کرنے جائیں گے تاکہ واپس آنے کے بعد حج کی

نیک نامی باقی رہے۔ ایسے لوگوں کو چاہیے کہ وہ اِس دھوکہ سے بچیں اور مذکورہ گناہوں سے توبہ کریں اور صحت وجوانی میں حج کریں۔

گھر میں حج کا ماحول نہیں :

بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ حج فرض ہونے کے باوجوف ٹال مٹول کرتے رہتے ہیں اور جب حج کی بات آتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہمارے گھر میں ماحول نہیں ہے، اِس قسم کی ہمارے یہاں باتیں نہیں ہوتی، اور جب تک ماحول نہ ہوا ایسا کرنے کا فائدہ کیا؟ حالانکہ وہ ہر سال تمام بچوں اور گھر والوں کے ساتھ مع ملازمین مری، سوات گھومنے جائیں گے، سنگاپور، پیرس اور لندن جائیں گے، لیکن نہیں جائیں گے تو حج کے لیے نہیں جائیں گے۔ حج کے لیے ماحول نہ ہونے کا بہانہ کریں گے مگر یہ بہانہ آخرت میں نہ چل سکے گا اور اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکے گا۔ سوچ لیں ! کیا گھر کا ماحول خراب ہونا حج فرض ہونے میں مانع ہے؟ اور کیا گھر کا ماحول شریعت کے مطابق کرنا ضروری نہیں۔

پہلے والدین کو حج کرانا :

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جب تک اولاد اپنے ماں باپ کو حج نہ کرائے اور ماں باپ حج نہ کرلیں اُس وقت تک اولاد حج نہیں کرسکتی، اس لیے پہلے وہ والدین کو حج کرانے کی فکر کرتے ہیں، جبکہ والدین پر حج فرض نہیں ہوتا اور اس طرح اولاد اپنا حج فرض ادا نہیں کرتے، یہ بھی سراسر غلط ہے۔ اولاد پر ماں باپ کو حج کرانا ہرگز فرض نہیں، اگر اولاد پر حج فرض ہوجائے تو پہلے وہ اپنا حج کریں پھر اگر اللہ پاک مزید استطاعت دیں تو والدین کو بھی حج کرادیں۔

پہلے گھر کے سربراہ کا حج کرنا :

بعض گھرانوں میں یہ رواج بھی دیکھنے میں آیا کہ جب تک گھر کا بڑا فرد حج نہ کرلے اُس وقت تک چھوٹے حج کرنا ضروری نہیں سمجھتے، بلکہ بعض گھرانوں میں اِس کو ایک عیب سمجھا جاتا ہے کہ چھوٹا بڑے سے پہلے حج کرآئے، حالانکہ دوسری عبادتوں یعنی نماز، روزے اور زکوٰۃ کی طرح حج بھی ایک ایسا فریضہ ہے جو ہر شخص پر انفرادی طور سے عائد ہوتا ہے، خواہ کسی دوسرے نے حج کیا ہو یا نہ کیا ہو، اگر گھر کے کسی چھوٹے فرد کے پاس حج کی

استطاعت ہے تو اُس پر حج فرض ہے، اگر بڑے کے پاس استطاعت نہ ہو یا استطاعت کے باوجود وہ حج نہ کر رہا ہو تو نہ اِس سے چھوٹے کا فریضہ ساقط ہوتا ہے، نہ اِسے مؤخر کرنے کا کوئی جواز پیدا ہوتا ہے۔

بیوی یا والدہ کو ساتھ لے جانے کا عذر :

بعض لوگ وہ ہیں جن پر حج فرض ہے اور اُن کے پاس اِس قدر پیسے ہیں جس سے وہ خود تو حج کر سکتے ہیں البتہ اپنی بیوی یا والدہ کو حج پر لے جانے کی استطاعت نہیں رکھتے، لیکن وہ بیوی یا والدہ کے اصرار کی وجہ سے یا اپنی مرضی سے اِس انتظار میں رہتے ہیں کہ جب بیوی یا والدہ کو ساتھ لے جانے کے قابل ہوں گے اُس وقت میاں بیوی یا والدہ کو لے کر دونوں ساتھ حج کرنے جائیں گے۔ واضح رہے کہ بیوی یا والدہ کو ساتھ لے جانے کے انتظار میں حج کو مؤخر کرنا دُرست نہیں، اور بیوی یا والدہ کو بھی اپنی وجہ سے شوہر یا بیٹے کو حج فرض ادا کرنے سے روکنا درست نہیں۔ خاوند کو چاہئے کہ اِس وقت وہ خود حج ادا کرے پھر بعد میں اللہ تعالیٰ توفیق دیں تو بیوی کو بھی حج کرادے۔

اپنی شادی کا بہانہ :

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جب تک انسان کی شادی نہ ہو جائے اُس وقت تک حج فرض نہیں ہوتا خواہ کوئی عاقل بالغ ہو گیا ہو اور کتنا ہی مالدار کیوں نہ ہو، یہ بھی جہالت ہے کیونکہ حج فرض ہونے کا شادی بیاہ سے تعلق نہیں، لہٰذا اگر کسی شخص پر حج فرض ہو گیا ہو لیکن وہ غیر شادی شدہ ہو تب بھی اُس کو حج کرنا فرض ہے، بلکہ ایک حدیث میں تو یہاں تک بھی ہے کہ حج نکاح سے مقدم ہے (یہ حدیث پہلے گزر چکی) لہٰذا شادی کے انتظار میں حج کو مؤخر کرنا گناہ ہے اور اگر کوئی سنت کے مطابق نکاح کا بندوبست کرے تو نکاح بھی جلدی ہو سکتا ہے اور خدانخواستہ بغیر حج کیے فوت ہو گیا تو آخرت میں مؤاخذہ کا اندیشہ ہے، اور کسی کو یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ اپنی شادی تک زندہ بھی رہ سکے گا یا نہیں، پھر اگر شادی اور حج دونوں سے پہلے ہی دُنیا سے رخصت ہو گیا تو اِس کی مثال ایسی ہی ہوگی ؎

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم ۔۔۔ نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے ہم

بچیوں کی شادی کا مسئلہ :

کچھ لوگ یہ تاویل پیش کرتے ہیں کہ بھائی پہلے ہی بچیاں سیانی گھر بیٹھی ہیں پہلے اِن کی شادی کے فرض

سے سبکدوش ہو جائیں باقی چیزیں بعد کی ہیں۔ بچیوں کی شادی سے فراغت کے بعد حج کا پروگرام بنائیں گے۔ جبکہ بچیوں کی ابھی نہ منگنی ہوئی ہے نہ سامنے کوئی رشتہ ہے اور کچھ معلوم نہیں کب اِن کی شادی ہوگی یا اگر منگنی ہو بھی گئی تو بھی نکاح رُخصتی وغیرہ باقی ہے اور اِس فریضے کو پہلے ادا کرنا ضروری ہے حالانکہ شرعاً یہ بھی حج کی تاخیر کے لیے عذر نہیں ہے۔ اس لیے اِن کے نکاح کے انتظار میں حج فرض کو مؤخر کرنا دُرست نہیں کی، اِن کی حفاظت کا تسلی بخش انتظام کر کے حج کے لیے جانا چاہیئے۔

بچوں کو کس کے حوالے کریں ؟

بعض لوگ خصوصاً عورتیں یہ بہانہ بناتی ہیں کہ ابھی بچے چھوٹے ہیں اور ہم نے کبھی بچوں کو اکیلا نہیں چھوڑا، انہیں اکیلا چھوڑ کر کیسے جائیں؟ یہ بھی محض ایک بہانہ ہے۔ ان کو اگر کسی دوسری جگہ کا سفر پیش آجائے یا کسی مرض کی وجہ سے ہسپتال جانا پڑے تو اُس وقت چھوٹے بچوں کا سب انتظام ہو جاتا ہے، جب وہاں انتظام ہو سکتا ہے تو حج کے لیے جانے پر بھی انتظام ہو سکتا ہے۔ اِس لیے بچوں کی حفاظت کا مناسب بندوبست کر کے حج ادا کرنے کی فکر کرنی چاہیئے (البتہ اگر بچوں کی حفاظت کا مناسب انتظام نہ ہو سکے جس کی وجہ سے اُن کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو اور ساتھ لے جانا بھی مشکل ہو تو پھر اپنے حالات کے مطابق معتبر اہلِ فتوٰی سے رجوع کرنا چاہیے)۔

کاروبار کس کے حوالے کریں ؟

کچھ لوگ یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ چونکہ بچے بھی چھوٹے ہیں اور کاروبار کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں ہے، اِس لیے بچے جب بڑے ہو جائیں گے اور کاروبار سنبھال لیں گے تو پھر حج پر جائیں گے۔ یہ بھی محض نفس کا بہانہ اور حج کرنے سے جی چرانا ہے۔ نہ معلوم کب بچے بڑے ہوں اور کب وہ کاروبار سنبھال لیں! اگر بچوں کا پہلے ہی انتقال ہو گیا یا بڑے میاں کا وقت پہلے ہی آ گیا تو پھر حج کا کیا ہوگا؟ بہرحال کسی قابلِ اعتماد شخص کو کاروبار سپرد کر کے حج کے لیے جائیں اور اگر کوئی بھروسہ کا آدمی نہ ملے تو دُکان بند کر کے حج کے لیے جائیں۔

حج کے بجائے عمرہ کرنا :

بعض لوگوں پر حج فرض ہو جاتا ہے۔ اُن کے پاس مال و دولت کا ڈھیر جمع رہتا ہے لیکن یہ لوگ حج کا فریضہ ادا نہیں کرتے۔ البتہ یہ لوگ عمروں پر عمرے کرتے رہتے ہیں حالانکہ جس شخص پر حج فرض ہو جائے اُس کو حج

کرنا چاہیئے، عمرہ بھی اپنی جگہ بہت بڑی سعادت ہے مگر یہ حج کا متبادل نہیں لہٰذا عمرہ کا اتنا اہتمام کرنا اور اِس کے مقابلے میں فرضیت کے باوجود حج کرنے کا اہتمام نہ کرنا بہت غلط بات ہے (ماخذ اکثر ھذا المنکرات عن ''ذکروفکر'' از مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم ، ''حج فرض میں جلدی کیجیے'' از مولانا مفتی محمد عبدالروف سکھروی صاحب مدظلہم بتغیر واضافہ)

فائدہ : لہٰذا جس شخص پر شرعی اصولوں کی روشنی میں حج فرض ہو چکا ہو اُسے جلد از جلد یہ فریضہ ادا کرنا چاہئے، اور نفسانی ، شیطانی ورواجی حیلے بہانوں سے بچنا چاہیے ، ورنہ قیامت کے روز یہ بہانے اللہ کی پکڑ اور آخرت کی رُسوائی سے نہیں بچا سکتے ۔

(ماخوذ از: ذی الحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام)

اندھے کو اندھیرے میں بڑی دُور کی سوجھی

لندن (ریڈیو مانیٹرنگ) برازیل میں ایک شخص مسٹر ڈالز نے مقامی عدالت میں درخواست دائر کی ہے کہ عراق کے سابق صدر صدام حسین کو گرفتار کرائے جانے اور اُن کے چھپنے کے مقام کی اطلاع دینے پر امریکی حکومت سے اُسے ۲۵ ملین ڈالر (ڈھائی کروڑ امریکی ڈالر) کی انعام کی رقم دلائی جائے۔ مذکورہ شخص کا دعوٰی ہے کہ صدام حسین کو میرے ذریعہ خط امریکی حکام کو بتائے گئے ٹھکانے سے گرفتار کرلیا گیا تھا۔ انہوں نے مزید کہا کہ اُسے رات کو خواب میں ایسی باتوں کا علم ہو جاتا ہے کہ جن کے بارے میں کوئی کچھ نہیں جانتا اور اُس نے ایک ایسے خواب کے بعد ہی امریکی فوج کو صدام حسین کی رُوپوشی کے مقام کے بارے میں ملکی معلومات ستمبر ۲۰۰۱ء کو اِرسال کردی تھیں لیکن اُسے اِس کا کوئی جواب نہیں ملا تھا، بعدازاں جولائی ۲۰۰۳ء میں امریکی فون نے صدام حسین کو عین اُسی مقام سے گرفتار کرلیا جس کی انہوں نے اپنے خطوط میں نشاندہی کی تھی (روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۲؍ اکتوبر ۲۰۰۵ء)

گلدستۂ احادیث

حضرت مولانا نعیم الدین صاحب

دوفرقوں کے لیے اسلام میں کچھ حصہ نہیں

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صِنفَانِ مِنْ اُمَّتِیْ لَیْسَ لَھُمَا فِی الْاِسْلَامِ نَصِیْبٌ، اَلْمُرْجِیَۃُ وَالْقَدْرِیَۃُ (ترمذی بحوالہ مشکٰوۃ صفحۃ ۲۲)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا : میری اُمت میں دوفرقے ایسے ہیں جن کو اسلام کا کچھ بھی حصہ نصیب نہیں ہے وہ مُرجیہ اور قدریہ ہیں۔

ف : حدیث پاک میں جن دوفرقوں کا تذکرہ کیا گیا ہے اُن میں سے پہلا فرقہ ''مُرْجِیَۃٌ ضَالَّۃٌ'' ہے جو بندہ کے تمام افعال کو تقدیر کے حوالہ کرتے ہوئے یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ بندہ کو اپنے کسی فعل وعمل میں کوئی دخل اور اختیار نہیں ہے، وہ مجبورِ محض اور بے اختیار ہے قدرت اُس سے جیسے عمل صادر کراتی ہے وہ کرتا ہے، وہ نہ کسی عمل کے ازخود کرنے پر قادر ہے اور نہ کسی عمل سے باز رہنا اُس کے اختیار میں ہے۔

دُوسرا فرقہ '' قَدْرِیَہْ '' ہے جو سرے سے تقدیر ہی کا منکر ہے۔ اُس کا عقیدہ یہ ہے کہ بندہ کے اعمال میں تقدیرِ الٰہی کا کوئی دخل نہیں ہے، بندہ اپنے افعال کا خود خالق اور اپنے افعال میں قادر ومختار ہے، وہ جو عمل کرتا ہے اپنی قدرت واختیار کی بناء پر کرتا ہے۔

مُرْجِیَہْ اور قَدْرِیَہْ دونوں گمراہ فرقے ہیں، اِن میں سے پہلے فرقہ نے تقدیر کے معاملہ میں افراط سے کام لیا ہے کہ سب کچھ تقدیر کو سمجھ کر اپنے آپ کو مجبور و بے بس سمجھ لیا ہے اور دُوسرے فرقہ نے تفریط سے کام لیا ہے کہ سرے سے تقدیر ہی کا انکار کر دیا ہے اور اپنے آپ کو قادر ومختار سمجھ بیٹھا ہے۔

آج کل بھی کچھ لوگ ایسے پائے جاتے ہیں جو دَرپردہ اِن فرقوں کے عقائد رکھتے ہیں، ہمیں ایسے لوگوں سے بچتے ہوئے اہلِ سنت والجماعت کے افکار ونظریات پر چلنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

دو چیزوں کو لازم پکڑلو

عَنْ عَبدِ اللّٰہِؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَیْکُمْ بِالشِّفَا ئَیْنِ اَلْعَسَلَ وَالْقُرْاٰنَ . (ابن ماجہ ص ۲۵۵ ، مشکٰوۃ ص ۳۹۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
شفاء دینے والی دو چیزوں کو اپنے اُوپر لازم کرلو، ایک شہد، دُوسرے قرآن پاک۔

ف : حدیث پاک میں اہلِ ایمان کو دو شفاء بخش چیزوں کے لازم پکڑنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اِن کے لازم پکڑنے کا مطلب یہ ہے کہ روزانہ شہد کے استعمال اور تلاوتِ قرآن کریم کو معمول بنایا جائے، اِن دونوں کے معمول بنانے سے بیماریاں دُور ہوتی ہیں۔ شہد کے استعمال سے جسمانی بیماریاں دُور ہوتی ہیں اور قرآن پاک کی تلاوت سے جسمانی اور رُوحانی دونوں قسم کی بیماریاں دُور ہوتی ہیں۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے دونوں کے باعثِ شفاء ہونے کا تذکرہ فرمایا ہے۔ شہد کے بارہ میں ارشاد ہے : فِیْہِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ (سورۂ نحل پ ۱۴) شہد میں لوگوں کے لیے شفاء ہے اور قرآن پاک کے متعلق ارشاد ہے : قُلْ ھُوَ لِلَّذِیْنَ آمَنُوْا ھُدًی وَّشِفَاءٌ (سُورۂ حٰمٓ سجدہ پ ۲۴) آپ فرمادیجئے کہ قرآن پاک اہلِ ایمان کے لیے ہدایت اور شفاء ہے۔

قارئین انوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ انوارِ مدینہ کے ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ ارسال کیا جارہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ انوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جو ایک دینی ادارہ سے وابستہ ہے اس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اور اس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اس رسالہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اپنا چندہ بھی ارسال فرمادیں اور دیگر احباب کو بھی اس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اس سے ادارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے۔ (ادارہ)

موت کی یاد کا حکم

﴿ حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری ﴾

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو کثرت سے موت کو پیشِ نظر رکھنے کا حکم دیا ہے۔

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا :

اَكْثِرُوْا ذِكْرَهَاذِمِ اللَّذَّاتِ فَاِنَّهٗ مَاذَكَرَهٗ أَحَدٌ فِي ضِيقٍ مِّنَ الْعَيْشِ اِلَّا وَسَّعَهٗ عَلَيْهِ وَلَا فِي سَعَةٍ اِلَّا ضَيَّقَهٗ عَلَيْهِ. (رواہ البزار، شرح الصدور للسیوطی ص ۴۷)

لذتوں کو توڑنے والی چیز یعنی موت کو کثرت سے یاد کرو اُس لیے کہ جو بھی اسے تنگی کے زمانہ میں یاد کرے گا تو اُس پر وسعت ہوگی (یعنی اُس کو طبعی سکون حاصل ہوگا کہ موت کی سختی کے مقابلہ میں ہر سختی آسان ہے) اور اگر عافیت اور خوشحالی میں موت کو یاد کرے گا تو یہ اُس پر تنگی کا باعث ہوگا (یعنی موت کی یاد کی وجہ سے وہ خوشی کے زمانہ میں آخرت سے غافل ہوکر گناہوں کے ارتکاب سے بچا رہے گا)۔

اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ موت کی یاد ہر حال میں نفع بخش ہے۔ مصیبت کے وقت اِس کو یاد کرنے سے ہر مصیبت آسان ہوجاتی ہے، اِسی لیے قرآن کریم میں صبر کرنے والوں کو بشارت دیتے ہوئے فرمایا گیا کہ ''یہ وہ لوگ ہیں کہ جب اِن کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون'' یعنی ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ اسی طرح جب خوشحالی اور عافیت کے وقت موت کو یاد کیا جاتا ہے تو اِس کی وجہ سے آدمی بہت سے اُن گناہوں سے محفوظ ہوجاتا ہے جن کا داعیہ عموماً خوشحالی کے زمانہ میں قوت کے ساتھ اُبھرتا ہے۔ اسی لیے حدیث بالا میں موت کو لذت توڑنے والی چیز قرار دیا گیا ہے۔

(۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ ایمان والوں میں کون سا شخص سب سے زیادہ عقل مند ہے۔ آپ نے فرمایا :

اَكْثَرُهُمْ لِلْمَوْتِ ذِكْرًا وَ اَحْسَنُهُمْ لِمَا بَعْدَهٗ اِسْتِعْدَادًا اُولٰٓئِكَ الْاَكْيَاسُ.

(رواہ ابن ماجہ ۳۲۴، شرح الصدور ۴۳)

ان میں جو سب سے زیادہ موت کو یاد کرنے والا ہو اور موت کے بعد کے لیے جو سب سے عمدہ تیاری کرنے والا ہو، ایسے ہی لوگ سب سے زیادہ عقل مند ہیں۔

(۳) حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

اَلْکَیِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَہٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَاجِزُ مَنْ اَتْبَعَ نَفْسَہٗ ھَوَاہُ وَتَمَنّٰی عَلَی اللّٰہِ . (رواہ الترمذی ۲/۷۲)

عقل مند آدمی وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرتا ہے اور مرنے کے بعد کے لیے عمل کرے جب کہ عاجز اور درماندہ آدمی وہ اپنے آپ کو اپنی خواہش کے تابع بنالے اور پھر اللہ تعالیٰ سے اُمیدیں باندھے۔

آج کل عقل منداُسے سمجھا جاتا ہے جو دنیا کمانے اور کاروبار کرنے میں سبقت لے جائے خواہ اُس کے پاس آخرت کے لیے کوئی بھی عمل نہ ہو۔ اور جو شخص اپنی زندگی آخرت کی تیاری میں لگائے، مال کے حصول میں حلال وحرام کی تمیز رکھے اور ہر مرحلہ پر شریعت کو ملحوظ رکھے تو لوگ اُسے بے چارہ اور عاجز قرار دیتے ہیں۔ ایسے شخص کو طرح طرح کے طعنے سننے پڑتے ہیں لیکن مذکورہ احادیث میں جناب رسول اللہ ﷺ نے عقلمندی کا جو معیار بتلایا ہے وہ لوگوں کے نظریہ سے بالکل الگ ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی نظر میں قابلِ تعریف شخص وہی ہے جو موت کو یاد کرنے والا اور اُس کے لیے تیاری کرنے والا ہو۔ چنانچہ ایک حدیث میں وارد ہے کہ آنحضرت ﷺ کے سامنے کسی شخص کی تعریف بیان کی گئی تو آپ نے لوگوں سے پوچھا کہ موت کو یاد کرنے میں اُس کا حال کیا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ ہم نے اُس سے موت کا زیادہ ذکر نہیں سنا۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا کہ وہ اپنی خواہشات کو چھوڑتا ہے یا نہیں؟ اِس پر لوگوں نے عرض کیا کہ وہ دنیا سے حسبِ خواہشات فائدہ اُٹھاتا ہے۔ یہ سن کر جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ آدمی اِس تعریف کا مستحق نہیں ہے جو تم اُس کے متعلق کر رہے ہو۔ (کتاب الزہد لابن المبارک ص ۹۰)

بہر حال دانشمند، دُور اندیش اور عقلمند وہی شخص ہے جو ہمیشہ دائمی زندگی کو بہتر بنانے کے لیے کوشاں رہے اور اِس چند روزہ زندگی میں پڑ کر ہمیشہ کے عذاب کو مول نہ لے۔

(۴) حضرت وضین بن عطاءؒ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ جب لوگوں میں موت سے غفلت کا احساس فرماتے تو آپ ﷺ حجرہ مبارکہ کے دروازہ پر کھڑے ہوکر تین مرتبہ پکار کر درج ذیل کلمات ارشاد فرماتے تھے :

يَاأَيُّهَا النَّاسُ ! يَا أَهْلَ الْإِسْلَامِ ! أَتَتْكُمُ الْمَوْتُ رَاتِبَةً لَازِمَةً جَآءَ الْمَوْتُ بِمَا جَآءَ بِهٖ، جَآءَ بِالرَّوْحِ وَالرَّاحَةِ وَالْكَثْرَةِ الْمُبَارَكَةِ لِأَوْلِيَاءِ الرَّحْمٰنِ مِنْ أَهْلِ دَارِ الْخُلُوْدِ الَّذِيْنَ كَانَ سَعْيُهُمْ وَرَغْبَتُهُمْ لَهَا أَلَا ! إِنَّ لِكُلِّ سَاعٍ غَايَةً وَ غَايَةُ كُلِّ سَاعٍ الْمَوْتُ سَابِقٌ وَمَسْبُوْقٌ . (رواه البيهقى ، شرح الصدور ۴۴)

اے لوگو! اے اہلِ اسلام! تمہارے پاس ضرور بالضرور مقررہ وقت میں موت آنے والی ہے موت اپنے ساتھ اُن چیزوں کو لائے گی جن کو وہ لاتی ہے وہ رحمٰن کے مقرب بندوں کے لیے جو جنتی ہیں اور جنھوں نے اِس کے لیے کوشش اور اِس کی رغبت کی ہے۔ عافیت، راحت اور بہت سی مبارک نعمتیں لے کر آئے گی۔ خبر دار ہو جاؤ! ہر محنت کرنے والے کی ایک انتہا ہے اور وہ انتہا موت ہے، پہلے آئے یا بعد میں۔

اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ مومن کے لیے موت کو یاد کرنا کوئی خلافِ طبع بات نہیں ہے کیونکہ اُسے یقین ہے کہ اُس کے اعمالِ صالحہ کی بدولت اُسے آخرت میں بہترین دائمی نعمتوں سے سرفراز کیا جائے گا۔ موت سے تو وہ پہلو تہی کرے جسے آخرت میں اپنی تہی دامنی کا یقین ہو۔ قرآن کریم میں کئی جگہ ذکر کیا گیا ہے کہ اہلِ کتاب اپنے کو اللہ کا مقرب اور جنت کا اولین مستحق قرار دیتے تھے۔ قرآن کریم نے اُن کے دعوٰی کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر تمہارا دعوٰی سچا ہے تو تمہیں جلد سے جلد موت کی تمنّا کرنی چاہیے تاکہ تم اپنے اصل ٹھکانے پر پہنچ کر نعمتوں سے فائدہ اُٹھاؤ۔ لیکن اہل کتاب نے نہ کبھی تمنّا کی، نہ کریں گے اور ہمیشہ موت سے بچنے کی کوشش کرتے رہیں گے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ انھیں آخرت میں اپنی محرومی کا پورا یقین ہے۔ سچے مومن کی شان اِن کے بالکل برخلاف ہے۔ اس کے لیے تو موت کا ذکر وصلِ محبوب کی لذت عطا کرتا ہے۔

چنانچہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ایک مرتبہ صحابہ سے ارشاد فرمایا کہ ''کیا میں تمہیں یہ نہ بتلاؤں کہ قیامت میں اللہ تعالیٰ ایمان والوں سے سب سے پہلے کیا بات کرے گا اور تم

اس کو کیا جواب دوگے؟ ہم نے عرض کیا کہ جی ہاں یارسول اللہ! ضرور بتلایئے، تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مومنین سے فرمائے گا کہ کیا تمھیں مجھ سے ملاقات پسند تھی، مومنین عرض کریں گے کہ ہاں ہمارے رب! تو اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ کیوں؟ تو اہل ایمان عرض کریں گے ہمیں آپ کی مغفرت اور معافی کی اُمید تھی، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا میری مغفرت تمہارے لیے واجب ہوگئی۔ (کتاب الزہد ص۹۳)

موت کے متعلق اصحابِ معرفت کے اقوال واحوال :

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ موت نصیحت کا انتہائی مؤثر ذریعہ ہے لیکن اِس سے غفلت بھی بہت زیادہ ہے۔ موت وعظ کے لیے کافی ہے اور زمانہ لوگوں میں جدائی پیدا کرنے کے لیے تیار ہے۔ آج جو لوگ گھروں میں ہیں وہ کل قبروں میں ہوں گے۔

حضرت رجاء بن حیوۃ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص موت کو کثرت سے یاد کرے گا اُس کے دل سے حسد اور اتراہٹ نکل جائے گی، یعنی نہ تو وہ کسی دُنیوی نعمت کی بنا پر ذہنی اُلجھن میں مبتلا ہوگا اور نہ ہی فرح ومسرت میں مست ہوکر معاصی کا ارتکاب کرے گا۔

حضرت عون بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کے دل میں موت کی یاد جم جاتی ہے وہ اگلے دن تک بھی اپنی زندگی کے رہنے کا یقین نہیں رکھتا، کیونکہ کتنے ایسے دن تک پہنچنے والے ہیں کہ وہ موت کی وجہ سے دن بھی پورا نہیں کرپاتے اور کتنے لوگ کل کی اُمید رکھنے والے ہیں مگر کل تک نہیں پہنچ پاتے۔ اگر تم موت اور اُس کی آمد کو دیکھ لو تو آرزو اور اُس کے دھوکہ کو ناپسند کروگے۔ اور آپ ہی سے مروی ہے کہ فرماتے تھے کہ آدمی جس عمل کی وجہ سے موت کو ناپسند کرتا ہے (یعنی گناہ اور معصیت) اُسے فوراً چھوڑ دے پھر کوئی مشکل نہیں جب چاہے مرجائے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ موت کی یاد جس کے دل میں جگہ بنالے تو وہ اپنے قبضہ کے مال کو ہمیشہ زیادہ ہی سمجھے گا (یعنی مزید مال بڑھانے کی فکر نہ کرے گا)۔

حضرت مجمع تیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ موت کی یاد ایک طرح کی مالداری ہے۔

حضرت کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ جو شخص موت کو پہچان لے اُس کے لیے دُنیا کی تمام مصیبتیں اور رنج وغم ہلکے ہوجائیں گے۔

ایک دانشمند کا قول ہے کہ دلوں میں عمل کی زندگی پیدا کرنے کیلیے موت کی یاد سب سے زیادہ مؤثر ہے۔

ایک عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اپنے دل کی سختی کی شکایت کی تو آپ نے نصیحت فرمائی کہ تم موت کو کثرت سے یاد کیا کرو تمہارا دل نرم ہو جائے گا۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے کہ آپؓ فرماتے تھے کہ قبر عمل کا صندوق ہے اور موت کے بعد اُس کی خبر ملے گی (شرح الصدور ص ۴۶۔۴۸)۔

صالحین میں سے ایک شخص روزانہ شہر کی دیوار پر کھڑے ہو کر رات میں یہ آواز لگاتا تھا ''چلو قافلے کے چلنے کا وقت آ گیا ہے۔'' جب اُس کا انتقال ہو گیا تو شہر کے حاکم کو یہ آواز نہیں سُنائی دی۔ تحقیق پر پتہ چلا کہ اُس کی وفات ہو گئی تو امیر نے یہ اشعار پڑھے۔

مَازَالَ یَلْهَجُ بِالرَّحِیْلِ وَذِکْرِہٖ حَتّٰی اَنَاخَ بِبَابِهِ الْجَمَّالُ

فَاَصَابَهٗ مُتَیَقِّظًا مُتَشَمِّرًا ذَا اُهْبَةٍ لَمْ تُلْهِهِ الْاٰمَالُ

''وہ برابر کوچ کی آواز اور اُس کے تذکرے سے دلچسپی لیتا رہا یہاں تک کہ خود اُس کے دروازے پر اُونٹ بان (موت کے فرشتے کی طرف اشارہ ہے) نے پڑاؤ ڈالا، چنانچہ اُسے بیدار، مستعد اور تیار پایا۔ کھوٹی آرزوئیں اُسے غافل نہ کر سکیں''۔ (التذکرۃ فی احوال الموتی الآخرۃ۔۱۰)

علامہ تیمیؒ فرماتے ہیں کہ دو چیزوں نے مجھ سے دُنیا کی لذّت چھین لی ہے۔ ایک موت کی یاد، دوسرے میدان محشر میں اللہ رب العالمین کے سامنے حاضری کا استحضار۔ (التذکرۃ فی احوال الموتی الآخرۃ۔۱۰)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا معمول تھا کہ وہ علماء کو جمع فرما کر موت، قیامت اور آخرت کا مذاکرہ کیا کرتے تھے اور پھر اِن احوال سے متاثر ہو کر سب ایسے پھوٹ پھوٹ کر روتے تھے گویا کہ اُن کے سامنے کوئی جنازہ رکھا ہوا ہے۔ (التذکرۃ فی احوال الموتی الآخرۃ۔۱۰)

موت کو یاد کرنے کے بعض فوائد :

علامہ سیوطیؒ لکھتے ہیں کہ بعض علماء سے منقول ہے کہ جو شخص موت کو کثرت سے یاد رکھے اُس کو اللہ تبارک وتعالیٰ تین باتوں کی توفیق مرحمت فرماتا ہے۔

(۱) **تعجیل التوبہ** : یعنی اگر اُس سے کوئی گناہ ہو جائے تو وہ جلد از جلد توبہ کر کے گناہ معاف کرانے کی کوشش کرتا ہے کہ کہیں توبہ کے بغیر موت نہ آجائے۔

(۲) **قناعة القلب** : یعنی موت کو یاد رکھنے والا حرص وطمع میں مبتلا نہیں ہوتا بلکہ جو کچھ بھی اُسے میسر ہوتا ہے اُسی پر راضی رہتا ہے اور یہ قناعت اُسے طبعی سکون اور دِلی راحت عطا کرتی ہے۔ وہ یہ سوچتا ہے کہ تھوڑی بہت زندگی ہے جس طرح بھی گزر جائے گزار لیں گے، زیادہ کی فکر کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔

(۳) **نشاط العبادة** : یعنی موت کا استحضار رکھنے والا شخص جب عبادت کرتا ہے تو پوری دلجمعی اور یکسوئی کی کوشش کرتا ہے۔ اِس دلجمعی کی دو وجوہات ہوتی ہیں، اول یہ کہ اُسے خطرہ رہتا ہے کہ پتہ نہیں آئندہ اُس کو عبادت کا موقع ملے کہ نہ ملے، لہٰذا ابھی اِسے جتنا اچھا بنا لیں غنیمت ہی غنیمت ہے، دوسرے یہ کہ آخرت کی یاد کی وجہ سے اِسے عبادت پر ملنے والے عظیم اخروی بدلے کا کامل یقین ہوتا ہے جس کی بناء پر اُسے عبادت میں وہ کیف وسرور نصیب ہوتا ہے جو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔

موت کو بھول جانے کے نقصانات :

اس کے برخلاف جو شخص موت کو یاد نہیں رکھتا اور آخرت سے غافل رہتا ہے وہ تین طرح کی محرومیوں میں مبتلا کر دیا جاتا ہے۔

(۱) **تسویف التوبة** : یعنی اگر اُس سے کوئی گناہ ہو جائے تو توبہ کرنے میں ٹال مٹول کرتا رہتا ہے، اور استغفار میں جلدی نہیں کرتا اور بسا اوقات اِسی حالت میں اُس کی موت آجاتی ہے۔

(۲) **ترك الرضا بالكفاف** : جب موت کی یاد نہیں رہتی تو آدمی کی ہوس بڑھ جاتی ہے اور وہ ضرورت کے مطابق روزی پر راضی نہیں رہتا بلکہ **هل من مزيد** کی بیماری کا شکار ہو جاتا ہے۔ موت سے غفلت کی بنا پر منصوبے بنائے چلا جاتا ہے جس کا انجام یہ نکلتا ہے کہ آرزوئیں رہ جاتی ہیں اور موت آکر زندگی کا تسلسل ختم کر دیتی ہے۔

(۳) **التكاسل فی العبادة** : آدمی موت سے غافل رہتا ہے تو عبادت کرنے میں قدرتی طور پر سستی ظاہر ہوتی ہے اور نشاط کافور ہو جاتا ہے، اولاً تو عبادت کرتا ہی نہیں اور کرتا بھی ہے تو وہ طبیعت پر نہایت گراں گزرتی ہے۔ یہ گرانی صرف اِس بناء پر ہے کہ آدمی کو یہ استحضار نہیں رہتا کہ ہم سے مرنے کے بعد ان ذمہ

داریوں کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے، اور اگر خدانخواستہ وہاں رضائے خداوندی کے مطابق جواب نہ ہوا تو ایسی رُسوائی ہوگی جس کے مقابلہ میں دُنیا کی ساری رُسوائیاں اور بے عزتیاں ہیچ ہیں۔ (شرح الصدور ص ۴۵)

موت کو یاد کرنے کے چند ذرائع :

احادیثِ طیبہ میں جہاں موت کو یاد رکھنے کی تلقین فرمائی گئی ہے وہیں بعض ایسے اعمال کی ترغیب بھی وارد ہے جو موت کو یاد رکھنے میں مؤثر اور معاون ہوتے ہیں :

(۱) قبروں کی زیارت کرنا :

اِن میں سب سے اہم عمل یہ ہے کہ گاہے بگاہے عام قبرستان جا کر قبر کی زندگی اور قبر والوں کے حالات کے متعلق غور کیا جائے۔ چنانچہ ایک روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : " زُوْرُوا الْقُبُوْرَ فَاِنَّهَا تُذَكِّرُ الْمَوْتَ " (مسلم شریف ج ۱ ص ۳۱۴) قبروں کی زیارت کیا کرو اِس لیے کہ وہ موت کو یاد دلاتی ہیں۔ اور ایک روایت میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

> كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ. اَلَا فَزُوْرُوْهَا فَاِنَّهَا تُرِقُّ الْقَلْبَ وَتُدْمِعُ الْعَيْنَ وَتُذَكِّرُ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَقُوْلُوْا هُجْرًا. (رواه الحاكم ، شرح الصدور ص ۴۹)
>
> میں تمہیں پہلے قبروں پر جانے سے منع کرتا تھا مگر اب سنو! تم لوگ قبروں پر جایا کرو کیونکہ وہ دِلوں کو نرم کرتی ہیں، آنکھ سے آنسو جاری کرتی ہیں اور آخرت کی یاد دلاتی ہیں اور کوئی فحش بات مت کہا کرو۔

اس طرح کی احادیث میں قبرستان کو موجب عبرت قرار دیا گیا ہے اور ساتھ میں قبرستان جانے کا اصل مقصد بھی بتا دیا گیا کہ وہاں محض تفریح اور تماشہ کی غرض سے نہ جائے بلکہ اصل نیت موت کو یاد کرنے اور آخرت کے استحضار کی ہونی چاہئے، مگر افسوس کا مقام ہے کہ آج ہمارے دلوں پر غفلتوں کے ایسے گہرے پردے پڑ چکے ہیں اور قساوت کا ایسا مہلک زنگ لگ چکا ہے کہ اب قبرستانوں کو کھیل کود اور تماشوں کی آماجگاہ بنالیا گیا ہے، عرس کے نام سے اولیاء اللہ کی قبروں پر وہ طوفانِ بدتمیزی بپا ہوتا ہے کہ الامان الحفیظ اور اِس پر طرہ یہ کہ اِن سب کاموں کو بہت بڑے اجر وثواب کے اعمال میں شامل کرنے کی شرمناک کوشش کی جاتی ہے۔ اسی طرح آج جو قبرستان

آبادیوں کے بیچ میں آچکے ہیں وہ محلے کے آوارہ گرد نوجوانوں کے لیے کھیل کے میدان بنتے جارہے ہیں اور اِن قبرستانوں میں جواریوں اور سٹہ بازوں کی کمین گاہیں بھی نظر آتی ہیں، قبروں کے سامنے رہتے ہوئے اس طرح کی حرکتیں سخت آفت اور قساوتِ قلبی کی دلیل ہیں۔

(۲) مُردوں کو نہلانا اور جنازوں میں شرکت کرنا :

اسی طرح موت کو یاد کرنے کے لیے دو اہم اور مؤثر اسباب بعض روایات میں بیان کیے گئے ہیں :

(۱) ایک یہ کہ مُردوں کے نہلانے میں شرکت کی جائے۔

(۲) دُوسرے یہ کہ نمازِ جنازہ میں بکثرت شریک ہوا جائے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

زُرِ الْقُبُوْرَ تَذْكُرُبِهَا الآخِرَةَ وَاغْسِلِ الْمَوْتٰى فَاِنَّ مُعَالَجَةَ جَسَدٍ خَاوٍ مَوْعِظَةٌ بَلِيْغَةٌ وَصَلِّ عَلَى الْجَنَآئِزِ لَعَلَّ ذٰلِكَ اَنْ يُّحْزِنَكَ فَاِنَّ الْحَزِيْنَ فِى ظِلِّ اللّٰهِ يَتَعَرَّضُ لِكُلِّ خَيْرٍ. (رواه الحاكم ،شرح الصدور ص۵۰)

قبروں کی زیارت کیا کرو، اِن کے ذریعہ سے تم آخرت کو یاد رکھو گے۔ اور مُردوں کو نہلایا کرو اِس لیے کہ بے جان جسم میں غور وفکر بجائے خود ایک مؤثر نصیحت ہے۔ اور جنازوں پر نماز پڑھا کرو، ہوسکتا ہے اِس وجہ سے تمہارا دل غمگین ہو جائے کیونکہ غمگین آدمی اللہ کے سائے میں رہتا ہے اور ہر خیر کا اُس سے سامنا ہوتا ہے۔

اِس حدیث میں تین باتین ارشاد فرمائی گئی ہیں: اول قبرستان جانا جس کا ذکر اُوپر آچکا ہے۔ دوسرے مردوں کو نہلایا، یہ ایک اہم نصیحت ہے اور موجودہ معاشرہ کے لیے انتہائی قابلِ توجہ ہے۔ آج کل غیر مسلموں کے ریت رواج اور طور طریقوں سے متاثر ہوکر مسلم معاشرہ میں بھی میت کی نعش سے ایک طرح کی وحشت کا اظہار کیا جانے لگا ہے، گھر والے بھی قریب جانا نہیں چاہتے، جب غسل دینے کا موقع آتا ہے تو بھی دُوسروں پر چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ یہ بُعد اور دُوری مرنے والے کے ساتھ ایک طرح کی زیادتی ہے، میت کی لاش اسلام کی نظر میں نہایت قابلِ احترام ہے، اس کے ساتھ اکرام کا معاملہ کرنا ضروری ہے۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ مسائل معلوم کر کے میت کے قریبی اعزہ ہی اُسے غسل دیں اور اگر پورا طریقہ معلوم نہ ہو تو کم از کم غسل کرانے والے کے ساتھ پانی وغیرہ

ڈلوانے میں تعاون کرتے رہیں، مُردوں کے ساتھ اس طرح کے تعلق سے اپنی موت کا منظر بھی سامنے آجائے گا اور فطری طور پر آدمی اپنے مستقبل کے بارے میں غور کرنے پر مجبور ہوجائے گا۔

حدیث بالا میں تیسری ہدایت یہ دی گئی کہ نماز جنازہ میں کثرت سے شرکت کی جائے۔ مسلم شریف میں روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی مسلمان کی نماز جنازہ میں شریک ہو اُس کو ایک قیراط ثواب ملتا ہے جس کی کم سے کم وسعت اُحد پہاڑ کے برابر ہے، اور جو شخص جنازہ کے ساتھ قبرستان تک بھی جائے اُس کو دو قیراط ثواب سے نوازا جاتا ہے (مسلم شریف ۱/ ۳۰۷)۔

اس لیے کوشش کرنی چاہیے کہ جب بھی موقع ملے نماز جنازہ نہ چھوڑی جائے، نماز جنازہ میں چونکہ مرنے والے کے غمگین اعزا شامل ہوتے ہیں، اُن کے غم واندوہ کی وجہ سے پورا ماحول غمگین بن جاتا ہے اور پھر آدمی یہ تصور لے کر جاتا ہے کہ ایک دن تمہارا جنازہ بھی ایسے ہی اُٹھے گا اور لوگ اِسی انداز میں رنج والم کا اظہار کریں گے۔ ایک عربی شاعر کہتا ہے :

يَا صَاحِبِیْ لَا تَغْتَرِرْ بِتَنَعُّمٍ ... فَالْعُمْرُ يَنْفَدُ وَالنَّعِيْمُ يَزُوْلُ
وَاِذَا حَمَلْتَ اِلَی الْقُبُوْرِ جَنَازَةً ... فَاعْلَمْ بِاَنَّكَ بَعْدَهَا مَحْمُوْلُ

''میرے دوست! دُنیا کے آرام وراحت سے دھوکے میں مت پڑنا، اس لیے کہ عمر ختم ہو جائے گی اور عیش جاتا رہے گا۔ اور جب تم کسی جنازہ کو اُٹھا کر قبرستان لے جاؤ تو یہ یقین کرلینا کہ اِس کے بعد تمہیں بھی ایسے ہی اُٹھا کر لے جایا جائے گا''۔

حدیث بالا میں یہ اشارہ بھی فرمایا گیا کہ جب جنازہ کو دیکھ کر دل غمگین ہوگا تو قدرتی طور پر انابت الی اللہ کی کیفیت پیدا ہوگی۔ سابقہ گناہوں پر ندامت اور شرمندگی کا احساس جاگے گا اور اِس حال میں وہ شخص جو بھی تمنا کرے گا رحمتِ خداوندی اُس کی تکمیل کے لیے تیار ہوگی، انشاء اللہ تعالیٰ۔

مسئلہ توسُّل

﴿ جناب مولانا حفظ الرحمٰن صاحب رحمانی ﴾

موجودہ حالات میں فرقہ مماتیہ کے حضرات توسل بذات الانبیاء والاولیاء کو شرک سمجھتے ہیں حالانکہ ان کا یہ مؤقف اور یہ نظریہ صرف اکابر علمائے دیوبند اور سلف صالحین ہی کے خلاف نہیں بلکہ قرآن وحدیث سے بھی متصادم ہے۔ مسلمان کے نزدیک عقیدے کا معیار اور کسوٹی قرآن وحدیث ہے، اپنی عقل ودماغ نہیں لیکن بڑے افسوس کی بات ہے کہ یہ حضرات قرآن وحدیث کو اپنی ناقص عقل ودماغ کے تابع بنانے کی کوشش کرتے ہیں جو کہ شریعت کے نقطۂ نظر سے ناجائز ہے۔ اِن لوگوں نے باقی مسائل کی طرح مسئلہ توسل کو بھی متنازعہ بنایا ہوا ہے اور کفر وشرک کے فتوے صادر کر کے اپنی آخرت کو ملیامیٹ کر رہے ہیں۔ آیئے معلوم کرتے ہیں کہ مسئلہ توسل کے متعلق اکابرین دیوبند اور سلف وصالحین کا نظریہ کیا ہے تاکہ فرقہ مماتیہ کے غلط اور باطل عقیدے کا پول کھل سکے۔

مجدد الملت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ کسی شخص کا اللہ کے نزدیک جو مرتبہ اور مقام ہوتا ہے اُس مرتبہ کی قدر اُس پر اللہ کی رحمت متوجہ ہوتی ہے۔ توسل کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اے اللہ جتنی رحمت اِس پر متوجہ ہے اور جتنا قرب اِس کا آپ کے نزدیک ہے اُس کی برکت سے فلاں چیز مجھ کو عطا فرما کیونکہ اِس شخص سے تعلق ہے۔ اسی طرح اعمال صالحہ کا بھی توسل آیا ہے حدیث میں، اس کا بھی یہی معنی ہے کہ اس عمل کی جو قدر اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے اور ہم نے وہ عمل کیا ہے اے اللہ بہ برکت اِس عمل کے ہم پر وہ رحمت ہو۔ (انفاسِ عیسیٰ)

اور حاصل توسل فی الدعا کا یہ ہے کہ اے اللہ! فلاں بندہ آپ کا مورِدِ رحمت ہے اور ہم اس سے محبت اور عقیدت رکھتے ہیں پس ہم پر بھی رحمت فرما۔ (نشر الطیب)

حضرات انبیاء علیہم السلام اور اولیاء عظام صلحاء کرام کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگنا شرعاً جائز بلکہ قبولیتِ دُعا ہونے کی وجہ سے مستحسن وافضل ہے۔ قرآن وحدیث کے ارشادات سے اور تصریحات سے اِس قسم کا توسل بلاشبہ ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَلَمَّا جَآءَ هُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (سورۂ بقرہ ع ۱۱) "اور جو پہنچی اُن کے پاس کتاب اللہ کی طرف سے جو سچا بتلاتی ہے اِس کتاب کو جو اِن کے پاس ہے اور پہلے سے فتح مانگتے تھے کافروں پر۔"

یستفتحون کا مصدر استفتاح ہے اس کا ایک معنی ہے مدد طلب کرنا۔

(۱) علامہ شوکانیؒ (تفسیر فتح القدیر صفحہ ۹۵ جلد ۱) میں لکھتے ہیں، والاستفتاح الاستنصار.

(۲) علامہ آلوسیؒ تفسیر رُوح المعانی صفحہ ۳۲۰ جلد ۱ میں فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت قتادہؓ اِس آیت کی یہ تفسیر کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی بعثت سے پہلے اہل کتاب میں سے بنی قریظہ اور بنی نضیر اپنے فریق مقابل اَوس وخزرج پر فتح طلب کرنے میں آنحضرت ﷺ کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرتے تھے اور یوں کہتے تھے اے اللہ! ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں اس آخر الزمان نبی کے طفیل جس کی بعثت کا تونے ہم سے وعدہ فرمایا ہے، کہ ہمارے دُشمن پر آج ہمیں مدد فرما، وہ مدد دیئے جاتے۔

(۳) علامہ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ یہود مدینہ اور یہود خیبر کی جب عرب کے بت پرستوں سے لڑائی ہوتی تو یہ دعا مانگتے۔ اے اللہ! ہم تجھ سے احمد مصطفیٰ نبی اُمی ﷺ کے وسیلہ سے سوال کرتے ہیں جس کے ظاہر کرنے کا تونے ہم سے وعدہ فرمایا ہے اور اس کتاب کے واسطہ وبرکت سے سوال کرتے ہیں جس کو تو سب سے آخر میں نازل کرے گا، کہ ہم کو ہمارے دشمنوں پر فتح ونصرت عطا فرما۔ (دُرِ منثور)

(۴) شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی قدس سرہ اِس آیت کے فوائد میں تحریر فرماتے ہیں کہ قرآن اُترنے سے پہلے جب یہودی کافروں سے مغلوب ہوتے تو خدا سے دُعا مانگتے کہ ہم کو نبی آخر الزماں اور جو کتاب اُن پر نازل ہوگی اُن کے طفیل سے کافروں پر غلبہ عطا فرما۔

تو ذرا سوچیے کہ جب نبی کریم ﷺ اِس دنیا میں تشریف نہ لائے تھے اُس وقت بھی اہلِ کتاب آپ کے وسیلہ سے دعا کرکے فتح یاب ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو بیان کرکے قرآن مجید میں اس قسم کے توسل کی کہیں تردید نہیں فرمائی پھر اِس کے جواز میں شبہ کی کیا گنجائش ہوسکتی ہے؟

حدیث شریف سے تَوَسُّل کا ثبوت :

سنن ابن ماجہ باب الصلوٰۃ میں عثمان بن حُنیفؓ سے روایت ہے کہ ایک نابینا شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو عافیت دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تو چاہے تو اس کو ملتوی رکھوں اور یہ زیادہ بہتر ہے، اور اگر تو چاہے تو دُعا کردوں۔ اس نے عرض کیا کہ دعا ہی کردیجیے۔ آپ ﷺ نے اس کو حکم دیا کہ وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے اور دو رکعت پڑھے اور یہ دعا کرے اے اللہ! میں

آپ سے یہ درخواست کرتا ہوں اور آپ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں بوسیلہ محمد ﷺ نبی رحمت کے، اے محمد ﷺ آپ کے وسیلہ سے اپنی اس حاجت میں اپنے رب کی طرف متوجہ ہوا ہوں تاکہ وہ پوری ہو۔ اس سے توسل صراحتاً ثابت ہوتا ہے اور چونکہ آپ کا اس کے لیے دعا فرمانا کہیں منقول نہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ جس طرح توسل کی دعا جائز ہے اسی طرح توسل دعا میں کسی کی ذات کا بھی جائز ہے۔ (نشر الطیب)

طبرانی نے کبیر میں عثمان بن حُنیف ؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص حضرت عثمان بن عفان ؓ کے پاس کسی کام کو جایا کرتا اور وہ اس کی طرف التفات نہ فرماتے، اس نے عثمان بن حنیف ؓ سے کہا انہوں نے فرمایا تو وضو کر کے مسجد میں جا اور وہی دعا جو اُوپر والی حدیث میں ذکر ہو چکی ہے سکھلا کر کہا کہ یہ پڑھ۔ چنانچہ اُس نے یہی پڑھا اور حضرت عثمان ؓ کے پاس گیا تو انہوں نے بڑی تعظیم و تکریم کی اور کام پورا کر دیا۔ اس سے توسل ذات سے بعد الوفات ہوا (نشر الطیب)۔

حضرت اُمیہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ فتح کی دعا کیا کرتے تھے بتوسل فقراء مہاجرین کے (مشکوٰۃ)۔ حضرت ابو درداء ؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا مجھ کو (قیامت کے روز) غرباء میں ڈھونڈنا کہ تم کو رزق اور دشمنوں پر غلبہ غرباء ہی کے طفیل سے میسر ہوتا ہے۔ (مشکوٰۃ)

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ مقبولانِ الٰہی کی ذوات سے توسل جائز ہے اور واضح رہے کہ توسل بذاتِ الاولیاء بھی جائز ہے۔ ابوبکر بن خطیب علی بن میمون سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام شافعی ؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں امام اعظم ابوحنیفہ ؒ کے وسیلہ سے برکت حاصل کرتا ہوں، ہر روز ان کی قبر پر زیارت کے لیے حاضر ہوتا ہوں اور اس کے قریب اللہ تعالیٰ سے حاجت روائی کی دعا کرتا ہوں، اس کے بعد جلد میری مراد پوری ہو جاتی ہے (تاریخ طیب ص ۱۲۳ جلد ۱)۔ علامہ شامی حنفی ؒ نے بھی امام شافعی ؒ کا یہ قول (رد المحتار ص ۳۹ جلد ۱) میں ذکر کیا ہے۔

محترم قارئین : اس مختصر سی تحریر سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ توسل بذواتِ الانبیاء والاولیاء صرف جائز نہیں بلکہ مستحسن و افضل ہے۔ ان بدنصیب لوگوں نے خوامخواہ شور مچایا ہوا ہے اور لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں کہ توسل بذوات الصالحہ شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ عقل سلیم اور قلب منیب کی دولت سے مالا مال فرمائے اور قرآن و سنت اور سلف صالحین کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائے اور انکارِ ولایت سے بچائے۔ (آمین)

نبوی لیل و نہار

﴿ حضرت مولانا سعد حسن صاحب ٹونکی ؒ ﴾

آنحضرت ﷺ کے خصائلِ حمیدہ سونے اور جاگنے میں :

☆ آنحضرت ﷺ اوّل رات آرام فرماتے اور نصف آخر کے اوّل حصہ میں اُٹھ جاتے۔

☆ آنحضرت ﷺ شروع رات میں جب کسی قدر گہری نیند ہوتی سیدھی کروٹ اِس طرح سوتے کہ سیدھے ہاتھ کی ہتھیلی پر سیدھا رُخسار رکھ لیتے اور تین مرتبہ یہ الفاظ ارشاد فرماتے رَبِّ قِنِیْ عَذَابَكَ یَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ .

☆ کسی شخص کو پیٹ کے بل اَوندھا لیٹا ہوا یا سوتا ہوا دیکھتے تو بہت ناراض ہوتے اور پاؤں سے چھیڑ کر اُس کو اُٹھا دیتے۔

☆ آنحضرت ﷺ کھجور کی چھال بھرے ہوئے چمڑے کے گدے پر، چٹائی پر، ٹاٹ پر، بان کی بُنی ہوئی چارپائی پر، صرف چمڑے پر، سیاہ کپڑے اور کبھی زمین پر آرام فرمایا کرتے تھے۔

☆ جس ٹاٹ پر حضورِ اکرم ﷺ آرام فرماتے اُس کو صرف دو تہہ کر کے بچھانے کا حکم دیتے۔

☆ آنحضرت ﷺ سونے میں خراٹے لینے کے عادی تھے۔

☆ آپ ﷺ کبھی چت لیٹتے اور پاؤں پر پاؤں رکھ کر آرام فرماتے مگر اِس طرح کہ ستر نہیں کھلتا۔ اگر ستر کھلنے کا اندیشہ ہو تو ایسے لیٹنے سے حضورِ اقدس ﷺ نے ممانعت فرمائی ہے۔

☆ عشاء سے پہلے آنحضرت ﷺ کبھی نہیں سوتے۔

☆ آپ ﷺ رات کو ایسے گھر میں آرام نہیں فرماتے کہ جس میں چراغ نہ جلایا گیا ہوتا۔

☆ اگر حضورِ اقدس ﷺ بحالتِ جنابت آرام فرمانے کا ارادہ فرماتے تو پہلے ناپاک جگہ کو دھو لیتے اور پھر وضو کر کے سو رہتے۔

☆ آنحضرت ﷺ عام طور پر سونے سے پہلے وضو کر کے سونے کے عادی تھے۔

☆ اگر رات کے کسی حصے میں آنکھ کھلتی تو قضائے حاجت کے بعد صرف چہرے اور ہاتھوں کو دھو کر سو رہتے۔

☆ آنحضرت ﷺ سونے سے پہلے دوسرے کپڑے کی تہبند باندھتے اور کرتا اُتار کر ٹانگ دیتے اور پھر آرام فرماتے۔

☆ رات کو رسول اکرم ﷺ آرام فرماتے تو چارپائی کے نیچے ایک لکڑی کی حاجتی رکھی رہتی رات کو جاگتے تو اُس میں پیشاب کرتے۔

☆ آپ ﷺ کے سرہانے ایک سرمہ دانی رکھی رہتی، ہر رات سوتے وقت سرمہ لگاتے۔

☆ آنحضرت ﷺ سیاہ رنگ کی سرمہ دانی رکھا کرتے تھے۔

☆ آنحضرت ﷺ سرمہ لگاتے تو ہر آنکھ میں تین تین مرتبہ سلائی لگاتے اور کبھی ہر آنکھ میں دو دو مرتبہ لگاتے اور آخری ایک سلائی دونوں آنکھوں میں لگا لیتے۔

☆ آنحضرت ﷺ سوتے وقت اپنے اہلِ بیت سے کچھ اِدھر اُدھر کی باتیں کیا کرتے۔ کبھی گھر کے متعلق اور کبھی عام مسلمانوں کے معاملات کے بارے میں۔

☆ ہر رات حضور اکرم ﷺ کا یہ معمول تھا کہ تکیہ پر سر رکھنے کے بعد قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ. قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ایک ایک مرتبہ پڑھ کر دونوں ہاتھوں کی مٹھیوں میں پھونک لیتے پھر ان کو کھول کر پورے بدن مبارک پر جہاں تک ہاتھ جاتا پھیر لیتے اور ہاتھوں کو سر اور چہرے سے نیچے کی جانب پھیرنا شروع کرتے، اس طرح تین مرتبہ کرتے۔

☆ نیند سے آنحضرت ﷺ بیدار ہوتے تو یہ الفاظ ارشاد فرماتے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ.

دینی مسائل

﴿ سنت نمازوں کا بیان ﴾

مسئلہ : فجر کے وقت فرض سے پہلے دو رکعت نماز سنت ہے۔ حدیث میں اِس کی بڑی تاکید آئی ہے کبھی اِس کو نہ چھوڑے۔ اگر کسی دن دیر ہوگئی اور نماز کا وقت بالکل اخیر ہوگیا تو مجبوری کے وقت فقط دو رکعت فرض پڑھ لے لیکن جب سورج نکل آئے اور اُونچا ہو جائے تو سنت کی دو رکعت قضا پڑھ لے۔

مسئلہ : ظہر کے وقت پہلے چار سنت پڑھے پھر چار رکعت فرض پھر دو رکعت سنت۔ ظہر کے وقت یہ چھ رکعتیں بھی ضروری ہیں۔ اِن کے پڑھنے کی بہت تاکید ہے، بلا وجہ چھوڑ دینے سے گناہ ہوتا ہے۔

مسئلہ : عصر کے وقت پہلے چار رکعت سنت پڑھے پھر چار رکعت فرض پڑھے، لیکن عصر کے وقت سنتوں کی تاکید نہیں ہے اور یہ غیر موکدہ ہیں جو کوئی نہ پڑھے تو بھی کوئی گناہ نہیں ہوتا اور جو کوئی پڑھے اُس کو بہت ثواب ملتا ہے۔

مسئلہ : مغرب کے وقت پہلے تین رکعت فرض پڑھے پھر دو رکعت سنت پڑھے، یہ سنتیں بھی ضروری اور موکدہ ہیں۔

مسئلہ : عشاء کے وقت بہتر اور مستحب یہ ہے کہ پہلے چار رکعت سنت غیر موکدہ پڑھے، پھر چار رکعت فرض، پھر دو رکعت سنت پڑھے، یہ دو رکعتیں موکدہ ہیں۔ اِس حساب سے عشاء کی چھ سنت ہوئیں اور اگر اتنی رکعتیں نہ پڑھے تو پہلے چار رکعت فرض پھر دو رکعت سنت پڑھے پھر وتر پڑھے۔

مسئلہ : رمضان کے مہینے میں تراویح کی نماز بھی سنت موکدہ ہے۔ اِس کی بھی تاکید آئی ہے اور اِس کا چھوڑ دینا اور نہ پڑھنا گناہ ہے۔

مسئلہ : جمعہ کے وقت فرض سے پہلے ایک سلام سے چار رکعتیں اور فرض کے بعد بھی ایک سلام سے چار رکعتیں سنت موکدہ ہیں۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بعد کی دو سنتیں بھی موکدہ ہیں۔

مسئلہ : چار رکعت سنت موکدہ خواہ ظہر کی ہو یا جمعہ کی اِس کی نیت اگر ٹوٹ جائے تو پوری چار رکعتیں پھر سے پڑھے، چاہے دو رکعت پر بیٹھ کر التحیات پڑھی ہو یا نہ پڑھی ہو۔

مسئلہ : فجر کی سنتوں کی چونکہ بہت زیادہ تاکید آئی ہے اس لیے (واجب کے زیادہ قریب ہونے کی بناء پر) یہ بلا عذر بیٹھ کر پڑھنے سے ادا نہیں ہوتیں جبکہ اور سنت موکدہ ادا ہو جاتی ہیں لیکن کراہت تنزیہی کے ساتھ۔

مسئلہ : فجر کی سنتوں کے لیے انہی کی نیت سے تکبیر تحریمہ ضروری ہے۔تو اگر اس خیال سے کہ فجر ابھی طلوع نہیں ہوئی کسی نے دو رکعتیں نفل کی نیت سے پڑھیں پھر معلوم ہوا کہ فجر کا وقت ہو چکا تھا تو وہ دو رکعتیں فجر کی سنت شمار نہیں ہوں گی۔

مسئلہ : ظہر اور جمعہ کی سنتوں میں پہلے قعدہ میں تشہد کے بعد درود شریف نہ پڑھے۔اگر بھول سے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ تک بھی پڑھ لیا تو سجدہ سہو واجب ہوگا۔

مسئلہ : پہلے کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان بات کی تو سنت کا اعادہ نہیں ہے البتہ ثواب کم ہو جاتا ہے۔بلا عذر فرضوں کے بعد کی سنتوں میں تاخیر کی تو سنتیں ادا ہو جائیں گی لیکن کراہت ہے۔

مسئلہ : فجر کی سنتیں فرض کے ساتھ فوت ہو جائیں تو اگر فجر کی نماز سورج نکلنے کے بعد زوال سے قبل ادا کرے تو فرضوں کے ساتھ سنتوں کی بھی قضا کرے اور اگر زوال کے بعد قضا کرے تو صرف فرض کی قضا کرے سنت کی نہیں۔

اگر فجر کے فرض تو وقت میں پڑھ لیے صرف سنتیں قضا ہو گئیں تو امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک سورج نکلنے کے بعد زوال سے پہلے ان کی قضا کر لے۔دیگر نمازوں کی سنن موکدہ کی وقت گزرنے کے بعد قضا نہیں ہوتی۔

مسئلہ : اگر ظہر کی پہلے کی چار سنت موکدہ رہ گئی ہوں تو فرضوں کے بعد ان کو ادا کرے اور فرضوں کے بعد بہتر یہ ہے کہ پہلے دو سنت ادا کرے پھر چار سنت پڑھے لیکن اگر کسی نے فرضوں کے بعد پہلے چار سنت پڑھیں پھر دو سنت پڑھیں تو اس کی سنتیں بھی ادا ہو گئیں۔

اخبار الجامعہ

﴿ جامعہ مدنیہ جدید محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور ﴾

۷؍اکتوبر کو حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب اکھاڑہ بوٹا مل رام گلی برانڈرتھ روڈ کی جامع مسجد میں نمازِ جمعہ پڑھانے کے لیے تشریف لے گئے۔

۱۶؍اکتوبر بروز اتوار صبح سات بجے جناب محترم شعیب میر صاحب اور تعمیراتی ماہرین جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اور حضرت مہتمم صاحب سے مسجد حامد کی تعمیر کے سلسلے میں مشاورت ہوئی۔

جامعہ مدنیہ جدید میں نئے تعلیمی برس سے حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب مدظلہم تدریس کے لیے تشریف لایا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی اِس آمد کو اُن کے اور جامعہ مدنیہ جدید کے حق میں قبولیت کا ذریعہ بنائے، آمین۔

بحمد اللہ خانقاہ حامدیہ کے تحت رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں ملک کے اطراف واکناف سے معتکفین حضرات تشریف لائے اور سلوک واحسان ریاضت ومجاہدہ میں مشغول ومصروف رہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) مسجد حامد کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے دارالاقامہ (ہوسٹل) اور درسگاہیں

(۳) کتب خانہ اور کتابیں

(۴) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اجر ہے (ادارہ)